درس حدیث

محمد اظہر مدنی

مسجد کی اہمیت وآداب

عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالی عنه : أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: احب البلاد الی اللہ مساجد، وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مقام مسجد اور سب سے ناپسندیدہ مقام بازار ہیں۔(اس حدیث کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز اس کے گھر میں نماز پڑھنے اور بازار کی نماز سے پچیس گنا زیادہ اجر وثواب ملتا ہے۔اس لئے کہ جب بندہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر نماز کے لئے مسجد کی طرف جائے تو اس کے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اضافہ کردیتا ہے اور ایک گناہ کو مٹادیتا ہے اور جب تک نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو اس وقت تک ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور اس کے مصلی پر موجود ہونے تک یہ کہتے رہتے ہیں اے اللہ اس پر اپنی رحمت وبرکت کو نازل فرما اور جب تک کوئی نماز کی ادائیگی کے انتظار میں رہے تو وہ نماز میں ہی رہتا ہے۔(متفق علیہ)

مساجد کو پسندیدہ مقام اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس میں اللہ کی عبادت، ذکر واذکار، دینی امور کی تدریس وتعلیم دی جاتی ہے اور بازار کو ناپسندیدہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ عام طور سے لوگ بازاروں میں لغو باتیں کرتے ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں۔مسجد کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا اللهم افتح لی ابواب رحمتك اور مسجد سے نکلتے وقت 'اللهم انی اسئلك من فضلك' پڑھے (صحیح مسلم) اسی طرح سے وضو کے بعد تحیۃ المسجد کا اہتمام کرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اسی نماز کو تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے۔

قرآن کی متعدد آیات میں مساجد کی تعمیر اور اس کا ادب واحترام کرنے کی تلقین اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔خاص طور سے نمازوں کی پابندی قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار سے آباد رکھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (سورہ توبہ:۱۸) ترجمہ:''اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقینا ہدایت یافتہ ہیں۔'' مساجد کی فضیلت اور مقاصد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورہ جن :۱۸) ترجمہ:''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''

اس آیت کریمہ میں مسجد کا مقصد یہ بیان کی گیا ہے کہ اس میں صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔اس کے سوا کی عبادت نہ کی جائے۔یہ بھی مسجد کے آداب میں سے ہے۔اسی طرح سے مسجد کو صاف وستھرا رکھنا مسجد کے آداب میں شامل ہے۔قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو۔(سورہ بقرہ:۲۰۶) قرآن کریم کی اس آیت سے بھی مسجد کی صفائی وستھرائی کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔

احادیث میں مسجد کے آداب کو مختلف انداز میں اور کئی ناحیوں سے بیان کیا گیا ہے۔جن کا یہاں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے من بنی مسجدا یبتغی به وجه اللہ بنی اللہ له مثله فی الجنة اللہ کی خوشنودی اس وقت حاصل ہوگی جب ہم مسجدیں بنا کر اس کو قیام صلوۃ، ذکر واذکار، تلاوت قرآن سے آباد کریں گے۔اس حدیث میں مسجد کی فضیلت کے ساتھ ریا ونمود سے بچنے کی بھی تلقین کی گئی ہے۔مسجد کی صفائی بھی آداب مسجد میں شامل ہے۔لیکن مسجد کی صفائی وستھرائی کے حوالہ سے بہت لاپرواہی پائی جاتی ہے۔عام طور سے جس کو امامت وخطابت کے لئے مامور کیا جاتا ہے اسی سے مسجد کی انتظامیہ کے اراکین صاف صفائی کی امید رکھتے ہیں جبکہ مسجد کی صاف صفائی اور اس کے رکھ رکھاؤ کی ذمہ داری دیگر افراد پر بھی عائد ہوتی ہے۔زیادہ تر مقامات پر مسجد کے مؤذن وامام حضرات رضا کارانہ طور پر صفائی وستھرائی کا اہتمام کرتے ہیں لیکن جہاں پر مسجد کے رکھ رکھاؤ کا کوئی نظام نہیں ہے وہاں پر مسجد کی صفائی کی صورت حال انتہائی افسوسناک ہے۔مسجد اللہ کا گھر ہے، اس کی صفائی کی ذمہ داری تمام مصلیوں اور مقامی حضرات کی بھی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام لوگوں کو مسجد کے آداب کا خیال رکھنے، اس کو آباد کرنے اس کی صفائی وستھرائی اور مساجد کے متعلق احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں ان کو حاصل کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ بامقصد بنانے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
تعلیم سے آتی ہے اقوام میں بیداری ۷
مدارس اسلامیہ اور جدید ٹکنالوجی کا استعمال امکانات وتوقعات ۹
صفت قرب ۱۱
نیک اعمال کے فائدے ۱۳
عورت اسلام کے سائے میں ۱۸
اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰
جہد مسلسل کی آئینہ دار شخصیت ۲۴
مرکز جماعت وجمعیت کے چند مشاہدات اور تاثرات ۲۵
توحید وسنت کے سچے علمبردار شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا عقیدہ ۲۸
جماعتی خبر ۱۰
دوروزہ عالمی سیمینار بعنوان شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ۔ حیات وآثار ۳۱
اشتہار اہل حدیث منزل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ــــــــــ ۱۵۰؍روپے
فی شمارہ ــــــــــ ۷؍روپے
پاکستان ــــــــــ ۵۰۰؍روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ: www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل: jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

عمل سے زندگی بنتی۔۔۔

اس وقت کاموں کا انبار لگا ہوا ہے اور فرائض وواجبات جو فرد وسوسائٹی کے ذمہ ہیں وہ بے شمار ہیں۔ حاجات وضروریات کی کثرت روز افزوں ہے۔ بہت سے میدان اور اوقات ایسے بھی ہیں جس میں کوئی کام کرنے والا نہیں مل رہا ہے۔ یہی صورت حال لگ بھگ ہر میدان میں ہے۔ رجال کی قلت اور کمیابی حتی کہ نایابی بہت سے احوال اور اماکن میں کھلی آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ انسانی زندگی میں بہت بڑی چیز جو دین واخلاق کی ضرورت وحاجت ہے، اس کی اہمیت، اقتضا اور ڈیمانڈ دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں مسلم ہے، بلکہ دنیا وآخرت کی حقیقی کامیابی، امن وسکون اور سودمند واطمینان بخش زندگی کا دارومدار اسی پر ہے۔ صرف مادی اور دنیوی زندگی میں دنیاداری برت کر ہر خوشی اور ہر طرح کی مسرت حاصل نہیں کی جاسکتی ہے اور پروقار زندگی نہیں گزاری جاسکتی اور نہ ہی حقیقی خوشیوں کا حصول ممکن ہے۔ اب آپ ملاحظہ اور غور فرمائیں کہ آج ہر جگہ اور ہر سطح پر دین واخلاق کا کیا حال ہے اور انفرادی واجتماعی، معاشرتی، خانگی اور عام زندگی میں یہ بنیادی ضرورت کس قدر محدود ہے۔؟ دینی حالت تمام اہل ادیان کے یہاں کسمپرسی کے عالم میں ہے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ سارے مذاہب کے ماننے والے دین کو ایک ڈھکوسلہ بنا کر، چند رسم ورواج، تھوڑے اور معدودے طقوس وعبادات اور پوجا پاٹ تک محدود کر کے اور مختصر اوقات واماکن میں اسے برت کر دین دار بنے بیٹھے ہیں۔ اس میں کہیں کسی گرمجوشی اور جذبات کی کارفرمائی بھی نظر نہیں آتی ہے۔ مگر عام طور پر یہ کم ہی پائے جاتے ہیں۔ وہ بھی کسی دوسرے دھرم والوں کو نیچا دکھانے کے جذبے سے یا تعصب وحسد کا شکار ہوکر۔ بہت کم بندگان الٰہی ہیں جو اپنے مذہبی فریضہ اور دین وایمان کی پختگی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ خصوصاً مسلمانوں میں دین کی کمی اور دین وایمان کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے دین پر عمل پیرا ہونے کا قحط وقلت عام ہے۔ وہ عقائد کے باب میں اس قدر کوتاہ، غیر ذمہ دار اور لاپرواہ واقع ہوئے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائیوں کے یہاں ہر کنکر شنکر ہے تو ان کے یہاں بھی دین کی بنیاد توحید واتباع کے باب میں اتنی وسعت ہے اور عقیدت ومحبت کے مراکز اتنے زیادہ ہیں کہ وہ تصور سے باہر ہے، بلکہ دین کی

اصل اصول توحید واتباع اور آخرت میں چھوٹے بڑے عمل کی جواب دہی کا احساس بھی جا تا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودان باطل، اپنے ہاتھوں بنائے وٹھہرائے گئے مجسموں اور اوثان اور اصنام سے جتنا ڈرتے، عقیدت رکھتے اور ان کا گیان دھیان اور یاد رکھ کر ان کے حقوق کا خیال کرتے ہیں اتنا بھی بہت سے توحید کے دعویدار نعوذ باللہ نہیں کرتے۔''افرأیت من اتخذالهه هواه'' کا منظر سامنے ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے نہیں، خود انسان کے بندے ہیں اور اپنے نفس کی غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں گویا

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور حقوق اللہ وحقوق العباد میں سے بہت سے حقوق ایسے ہیں جن میں سے چند فیصد کو بھی ہم ادا کرنے سے قاصر ہیں، بلکہ ان کے علم سے بھی نابلد ہیں، ان کی جانکاری ہمیں ہے ہی نہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ پانچ فیصد بھی مسلمانوں کی آبادی کا حصہ نمازی نہیں ہے۔ اس پانچ فیصد میں سے بھی نماز کی اہمیت، اس کے احکام ومسائل اور آداب وشروط سے واقفیت رکھنے والوں کا فیصد کم ہے۔ جب نماز جیسے اولین ارکان اسلام اور فرائض مسلمہ کا یہ حال ہے تو دیگر حقوق وعبادات کا کیا عالم ہوگا۔؟

اس طویل تمہید سے مقصود یہ ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کے ذمہ کتنے بنیادی اور اہم کام ہیں جو کرنے کے ہیں، کرانے کے ہیں، سیکھنے کے ہیں اور سکھانے کے ہیں ان کو جانیں اور برت کر دکھائیں۔ اگر امت کے علماء وصلحاء، ادباء، اساتذہ وطلبہ اور ملک کے تمام تجار، صناع، سیاست داں اور حکمراں سب یکجا ہو کر صرف ایک فریضہ کے تئیں محنت صرف کریں پھر بھی کام کرنے والوں کی کمی ہوگی اور کام باقی رہے گا کیوں کہ کام کا ہجوم کام نہ کرنے کی وجہ سے کافی بڑھ چکا ہے۔ علم کا حصول تو ہر آدمی پر فرض ہے اور ہر آدمی کا حق بھی بنتا ہے۔ مگر کیا صرف سرکار کے خزانے اور گھر کے کارجین اور سماج کے اصحاب ثروت کے سر اسے ڈال کر فرد ومعاشرہ سبکدوش ہوجائے گا اور کارہائے تعلیم وتعلم پورا ہوجائیں گے۔ کہیں ظالم قیدی سے بھی کام لینا ہوگا، کبھی سخت مالی بحران ہونے اور مال وزر کے محتاج وضرورت مند ہونے کے باوجود علم کی خاطر مال چھوڑنا ہوگا۔ چٹائیوں پر بیٹھ کر جھونپڑیوں میں سرد وگرم سہہ کر اور اپنے آپ کو مٹا کر امیت کا بھلا کرنا اور ناخواندگی کو ختم ہوگا۔ گھر کے ہر فرد اور بچہ اور محلے کے ہر غنی وغریب کے چھوٹے بڑے بچوں کے لئے جہاں نان شبینہ پر مخلص محنتی معلم مکتب بنکر کارہائے نمایاں انجام دینے ہوں گے کہ کوئی بچہ پیچھے اور بغیر تعلیم کے نہ رہ جائے تو وہیں بڑے سے بڑے عالم دین، ماسٹر آف آرٹ، سائنس اور ڈاکٹر آف فلسفہ کو بھی دن رات ایک کرنے ہوں گے اور مکتب وجامعہ اور یونیورسٹی کے ذمہ داران سے لے کر اس کے ادنی چپراسی سے لے کر گاؤں کے ہر ہر فرد کو اس کے نفع واستحکام اور استمرار کے لئے فکرمندی دکھانی ہوگی۔ اور یقین وایمان رکھنا ہوگا کہ اللہ تعالی بلا محنت وکوشش کچھ نہیں عطا کرتے یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لئے وسائل وذرائع کام میں لانے ہوں گے۔ حرکت وعمل کا پیکر بننا ہوگا۔ ہر شخص کو اپنے حصے کی ذمہ داری نبھانی ہوگی۔ تبھی ہم دنیا میں چلنے کے اہل قرار پائیں گے ورنہ ردی کے ٹوکری میں ڈال دیے جائیں گے۔ تعطل وپسپائی کا شکار ہوجائیں گے اور ہر میدان میں آپ ناکارہ قرار دیئے جائیں گے۔ اس طرح فرد بیکار ہوجائے گا پھر سوسائٹی منحوس قرار دی جائے گی، جماعت پر بے عملی کا الزام لگے گا اور یوں ملک وملت میں قحط الرجال کا شکوہ شکایت عام ہوجائے گا، ملک وملت اور قوم کی ترقی رک جائے گی۔ ایک دوسرے پر الزامات کے جو تبادلے ہو رہے تھے اب اس کا طومار باندھا جائے گا اور ہر انسان اپنے کئے کے انجام کو پہنچ جائے گا۔ اس بے عملی وبدعملی اور بد اندیشی وعاقبت نااندیشی کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑے گا۔ دنیا میں بھی اس کی بے عملی، سستی وکاہلی، فرائض کی عدم ادائیگی اور ذمہ داریوں سے پہلوتہی اسے ناکام کردے گی اور وہ درماندگی وکسمپرسی اور انتہائی بدحالی اور بدبختی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوگا۔ جب وہ مشاہدہ کرے گا کہ ہمارے اپنوں، غیروں اور ہم عصروں میں سے بہتیرے کامیاب زندگی گذار رہے ہیں، تعلیمی میدان میں اپنی کارکردگی دکھا رہے ہیں، اقتصادی اور سیاسی غرضیکہ ہر میدان کا آدمی اپنے آپ کو کامیاب، متمدن، ترقی یافتہ اور کامیاب نظر آرہا ہوگا اور وہ تہی دست وتہی دامن اور تنگدست وبدحال پھر رہے ہوں گے، کف افسوس مل رہے ہوں گے کہ جب سب جاگ رہے تھے تو ہائے میں خواب خرگوش میں کیوں مبتلا تھا؟ سب بھاگ دوڑ کرتے تھے اور میں تن آسان بن کر کیوں اپاہج کی طرح بیٹھا رہا۔ سب اللہ کے بھروسے جی جان سے بیج بو رہے تھے اور آپ عیش وعشرت میں پڑے تھے۔ سب خرچ کر رہے تھے اور آپ مال وجان دبائے بیٹھے تھے۔ سب اپنے رب کا گن گا رہے تھے اور آپ اپنے آپ میں مگن تھے۔ کل کیا کاٹیں گے اس کی کوئی فکر نہیں تھی۔ "الدنیا مزرعة الآخرة"۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، سب مانتے ہیں کہ جو یہاں بوئے گا وہی کاٹے گا اور جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا۔ ملنا تو اسی کو ہے جو دیتا ہے، جو دینا نہیں جانتا وہ کیوں کرلے گا اور کیسے لے سکتا ہے۔

دنیا سراپا مکافاتِ عمل ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اس جہاں میں بھی جسے

آخرت کہتے ہیں اور اصلی زندگی اور جاودانی اسی کو حاصل ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی اپنے کیے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اس لیے بڑی تاکید، انتہائی ہمدردی اور اپنائیت سے سمجھایا گیا ہے کہ آپ کل غمگین وفکر منداور حسرت و یاس کا شکار ہونے کے بجائے ابھی غور وفکر سے کام لیجئے، خود اپنے من میں ڈوب کر سوچئے کہ آپ کر کیا رہے ہیں اور کل کے لیے آپ کی تیاری کیا ہے؟ "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٞ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٖۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا تَعۡمَلُونَ" "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال) کا کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے" (الحشر:۱۸)

کیا آپ کو روزمرہ کے مشاہدات اس بات پر مجبور نہیں کرتے کہ سعی، جدو جہد اور عمل کے بغیر زندگی بن اور سنور ہی نہیں سکتی۔ اس لیے عملی میدان میں اتریئے، ہمت جوان رکھیے اور عمل پیہم اور پختہ کیجئے۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بہ قدر ہمت بااعتبار تو

اور اللہ جل شانہ نے آپ کو یقین دلایا ہے اور صاف صاف آپ کے ایمان ویقین کے لیے فرمایا ہے کہ "وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَمَا تُقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُم مِّنۡ خَيۡرٖ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ" "تم نمازیں قائم رکھو اور زکوۃ دیتے رہا کرو اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے سب کچھ اللہ کے پاس پالو گے، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔" (البقرہ:۱۱۰)

لہٰذا ضروری ٹھہرا کہ آخرت کی طرف کوچ کرنے سے پہلے ہی عمل کی جوت جگائیں اور قبر وحشر تک کا سامان سفر تیار کرلیں۔ سفر لمبا ہے اور زاد راہ کی سخت ضرورت ہے۔ اگر عمل کی راہ میں سست پڑ گئے، یا عمل کرتے کرتے تھک کر بیٹھ گئے تو ناکام ہوجائیں گے۔

حسرت پہ اس مسافر بے کس کی رویئے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

خصوصاً اس امر پر زیادہ زور دیجئے اور طاقت صرف کیجئے جس کا فائدہ عام ہو اور نفع دوسروں تک پہنچے۔ اور فرمان رسول گرامی ﷺ کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیے "احب الناس الی اللہ انفعھم للناس" (ترمذی صححہ البانی)

کیا دیکھا نہیں آپ نے کہ یوسف علیہ السلام نے کیسے اور کتنے کٹھن وقت میں ایک اہم کام کو حسن انجام تک پہنچانے کی ذمہ داری لی اور اسے کس خوبصورتی ولگن اور محنت وحکمت سے انجام تک پہنچایا اور ذرہ برابر ہچکچاہٹ اور تأمل سے کام نہ لیا۔ "قَالَ ٱجۡعَلۡنِي عَلَىٰ خَزَآئِنِ ٱلۡأَرۡضِۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٞ" "(یوسف نے) کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجئے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔" (یوسف:۵۵)

موسیٰ علیہ السلام اجنبی ملک میں بالکل بے سروسامانی کے عالم میں اور بلا کسی تعلق اور لاگ ولگاؤ کے میدان عمل میں اتر پڑے اور بلا طلب اور سوال کے ایک اہم اور پرمشقت کام سخت دھوپ میں انجام دے کر اللہ جل شانہ سے خیر وبرکت کے طالب ہوئے۔ "وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡيَنَ وَجَدَ عَلَيۡهِ أُمَّةٗ مِّنَ ٱلنَّاسِ يَسۡقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ ٱمۡرَأَتَيۡنِ تَذُودَانِۖ قَالَ مَا خَطۡبُكُمَاۖ قَالَتَا لَا نَسۡقِي حَتَّىٰ يُصۡدِرَ ٱلرِّعَآءُۖ وَأَبُونَا شَيۡخٞ كَبِيرٞ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰٓ إِلَى ٱلظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلۡتَ إِلَيَّ مِنۡ خَيۡرٖ فَقِيرٞ" "اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے گا۔ مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتیں الگ کھڑی اپنے (جانوروں کو) روکتی ہوئی دیکھیں پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ پس آپ نے خود ان جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔" (القصص:۲۳)

آخر اس کار خیر کی طرف ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو کس بات نے آمادہ کیا کہ دونوں مجبور ومعذور اور باحیا وباعفت وعصمت بچیوں کو جو مردوں کا کام تو انجام دے رہی تھیں مگر ان کی حیا و پاکدامنی اور حجاب ووقار اور تمکنت نے ان کو مردوں کی بھیڑ بھاڑ، پردے اور اپنی ذات کے احترام اور خاندانی شرافت و نجابت نے ان کو احتجاج ومزاحمت سے دور رکھا۔

کیا ہماری ان عزت مآب بہنوں نے اپنے آپ کو حرکت وعمل ضرور یہ سے باز رکھا یا ان کو گردش ایام نے میدان عمل میں اترتے ہی شرم وحیا، وقار و تمکنت اور حجاب وحشمت کو بالائے طاق رکھ دینے پر مجبور کیا؟ ہماری کمزوری یہ ہے کہ مجبوری اور معذوری کے نام پر کام کرسکیں یا نہیں کرسکیں اور قوم وملت کا نام روشن کرسکیں یا نہیں لیکن اپنی تہذیب وتمدن، دین وشریعت اور اخلاق وایمان کو سب سے پہلے تار تار کردیتے ہیں۔ اس پر ہم میں سے بعضے عذر لنگ

تراشتے ہیں اور ”والعذر عند کرام الناس مقبول“ کی دہائی دیتے ہیں۔مگر حق یہ ہے کہ ”عذر گناہ بدتر از گناہ است“ کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔پھر بھی غنیمت ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس پوزیشن میں رکھتے اور قدرے عنداللہ نہیں تو عندالناس شرماتے ہیں اور منہ چھپاتے ہیں۔بعضے ایسے بھی ہیں جو پوری ڈھٹائی اور بے حیائی سے اسے وقت اور حالات کا نام دے کر سب سے پہلے وہ ان اخلاقیات اور شرعیات سے دست برداری اختیار کرتے ہیں اور اس کے لیے یہی نہیں کہ جواز اور عذر و مضرات کی راہ اپنائیں وہ اسے حالات وظروف اور وقت کی ضرورت کے تحت جائز بلکہ ضروری گردانے لگتے ہیں۔اوران لوگوں کا باوا آدم تو اتنا نرالا ہے کہ وہ سرے سے ان اقدار اور احکام الٰہیہ کو دقیانوسی، رسوم فرسودہ اور آباو اجداد اور زمانہ قدیم کی عادات کہنہ واز کاررفتہ اعمال قرار دیتے ہیں۔

ہائے یہ گردش دوراں ہمیں لائی ہے کہاں

ذرا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عمل و کردار دیکھو اور اپنی ان بہنوں کے اخلاق و کردار کا مشاہدہ کرو تو تمہاری ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور الجھنیں ختم ہو جائیں گی۔زمانہ لاکھ بدل جائے گا تم اپنے دین وعمل اور اخلاق وشریعت کے پابند رہ کر ہر مصر و عصر میں باعزت اسلامی وانسانی زندگی گذار سکتے ہو، بلکہ زمانہ جن ہلاکتوں کی طرف رواں دواں ہے اس کو اپنی تہذیب کی خودکشی سے تم بچا سکتے ہو اور جن نازک آشیانوں کو وہ قلعہ اور حصن وحصین سمجھے ہوئے ہیں ان کو تم پائیداری واستحکام بخش سکتے ہو۔تم خون جگر تو جلاؤ، میدان عمل میں تو آؤ۔ایمان واخلاق،سعی پیہم، جہد مسلسل،یقین محکم اور محبت فاتح عالم جب تمہارا شیوہ تھا تو تم بجا طور پر کہتے تھے۔

وما الدھر الا من رواۃ قصائدی
اذا قلت شعرا فاصبح الدھر منشدا

”یعنی زمانہ تو میرے قصیدوں کو صرف بیان کرنے والوں میں سے ہے جب میں کوئی شعر کہتا ہوں تو زمانہ اسے گنگنانے لگتا ہے۔“

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن، شمع ز من، گل زمن آموخت

تم غور کرو کہ نبی آخرالزماں، سیدالاولین والآخرین اور امام الانبیاء وخیر الانام نے کس طرح ایک ناخواندہ وناکارہ قوم کو کیسے جادۂ عمل پر گامزن کیا کہ سارا عالم ان سے مستفید و مستفیض ہوا اور سب کے اندر حرکت ونشاط بھر دی۔دیکھو!ایک دن آپ نے سر راہ ایک اناڑی دیہاتی آدمی کو دیکھا کہ وہ بکری ذبح کر کے چمڑے کو اتارنے کی زبردست اور ناکام کوشش کر رہا ہے۔آپ نے لپک کر اس سے بکری اپنے ہاتھ میں لی اور آنا فانا بحسن وخوبی اس کی کھال کو بلا کسی مشقت کے اتار دیا۔

آج تم ہو کہ ہنرمندی وصنعت گری اور سائنس وسیاست میں دوسروں کے دست نگر نہیں بلکہ محتاج محض بنتے جا رہے ہو اور دنیا نے تم کو ہنر دینے سے بھی انکار کر دیا ہے کہ تم اپنی دھن ولگن، محنت ومشقت اور ذہن ودماغ، جانثاری و فداکاری اور جانفشانی سے جی چرانے کی وجہ سے اس سے کوسوں دور ہو چکے ہو اور خواب غفلت کے شکار ہو۔اب تمہیں پدرم سلطان بود بھی یاد نہیں رہا کہ تم اپنے ماضی کی سنہری داستانوں سے بھی بیگانے بنتے جا رہے ہو۔آہ تمہیں گردش ایام اور تمہارے اوہام اور احلام نے نہ جانے کہاں پہنچا دیا ہے۔لیکن یہ بھی کوئی بڑا لمحۂ فکریہ نہ تھا کہ تم کس ہاویہ میں گرتے جا رہے ہو، یہ عارضی دنیا کا خسارہ اٹھا کر معاملہ کو ختم کر دو۔بلکہ مصیبت عظمیٰ اور رزیہ کبریٰ یہ ہے کہ تم نے اپنی آخرت جو حقیقت میں خیر وابقیٰ تھی اور جو سب سے بہتر اور سب سے پائیدار و دمدار اور دائمی زندگی تھی اس کو برباد کر لیا۔کل تمہاری آہ وزاری اور افسوس وحسرت اور یاس کا کیا عالم ہوگا جب تم خالی ہاتھ بے سروسامان اپنے مولیٰ کے حضور حاضر کیسے جاؤ گے؟ تمہاری اپنی ناکامیاں تمہارے لیے سوہان روح اور وبال جسم و جان تو ہوں گی ہی، اقوام عالم جس کے لیے تم کو برپا کیا گیا تھا ان کے حقوق کی پامالی تمہیں سب کے سامنے مجرمین کی حیثیت سے کھڑا کر دے گی۔اس لیے ابھی سے تیاری کرو اور کل کی رسوائی سے بچو۔

إذا أنت لم ترحل بِزادٍ من التُّقَى
ولاقَيتَ بَعدَ المَوتِ مَن قد تزوّدا
نَدِمتَ على أن لا تكونَ كمثله
فترصد للأمر الذى كان أرصدَا

”یعنی اگر تم نے تقویٰ وپرہیزگاری کا زادِ سفر طیار نہیں کیا اور مرنے کے بعد ایسے شخص سے ملاقات ہوگی جس نے سفر کی پوری تیاری کی ہوگی تو اس جیسی تیاری نہ کرنے پر ندامت وشرمندگی سے دوچار ہوگے اور کہو گے کہ کاش جیسے اس نے مرنے کے بعد کے لئے تیاری کی تھی، میں بھی کر لیتا۔“

اے جوشِ جنوں بے کار نہ رہ
کچھ خاک اڑا ویرانہ کی
دیوانہ تو بنا مشکل ہے
صورت بھی بنا دیوانہ کی

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

تعلیم سے آتی ہے اقوام میں بیداری

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

انسانی زندگی میں تعلیم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔اسی کے ذریعے انسان کی قدر و قیمت کا، اس کی سطح، معیار اور لیول کا اندازہ ہوتا ہے۔ دنیا کے جو ممالک ترقی یافتہ ہیں یا جن قوموں کو ہم معیاری قوم سمجھتے ہیں، انہیں یہ برتری اور سروری تعلیم ہی کی بدولت حاصل ہے، اسی لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم انسانی زندگی کے عروج و زوال کا معیار اور انسانی معاشرہ کی ترقی کا راز اور عنوان ہے، یہ قافلہ انسانیت کا رہبر ورہنما اور ہمارے تمدن کی آبرو ہے، یہ عظمت انسانی کا محافظ ہے، یہ ایسا آسمان ہے جس میں فلاح و کامرانی کی کہکشائیں جگمگاتی ہیں، ایک ایسا گلشن ہے جس کی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جاں معطر ہوتا ہے۔علم ایک ایسا پھول ہے، جتنا کھلتا ہے اتنی خوشبو دیتا ہے، اس کی پیاس کبھی نہیں بجھتی اور یہی جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے اور اس امت کے خیر امت ہونے کی بنیادی وجہ ہے، یہ علم اس کائنات کا ساز اور حقیقت کا راز ہے۔

دین اسلام کا، ہمارے قرآن کا علم سے بڑا گہرا رشتہ ہے۔اس امت کے نبی کو غار حرا میں جبریل امینؑ کے ذریعے جو پہلا سبق دیا گیا اور جب روئے زمین کا روحانی رشتہ آسمان سے قائم ہوا اور اس دھرتی کے واسیوں نے جو پہلی ندائے آسمانی سنی وہ آواز ''اقرا'' کی تھی اور وہ سبق حصول علم کا تھا۔اس پہلی ہی وحی میں حصول علم، حفاظت علم اور اشاعت علم کے تمام وسائل و ذرائع بیان کردیے گئے ہیں، حالانکہ جس زمانے میں سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں، وہ زمانہ بڑا پر آشوب تھا، اس زمانے میں بت پرستی عام تھی، شرک کا بازار گرم تھا، لیکن اللہ تعالی نے ایسی آیتیں نازل نہیں فرمائیں، جن میں شرک کی مذمت اور اہل شرک کے خطرناک عواقب بیان کئے جائے، جن میں توحید اور موحدین کی عظمت و بلندیٔ درجات کے تذکرے ہوتے، بلکہ ان آیات میں اپنے خالق بزرگ و برتر رب کے نام سے پڑھنے کا حکم دیا گیا، جس نے بنی نوع انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا اور اسے ایسا علم عطا کیا جس سے وہ نابلد تھا۔اپنے اس عمل سے اللہ تعالی نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ کوئی بھی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی، کوئی بھی دعوت اس وقت ہمدوش ثریا نہیں ہوسکتی اور کوئی بھی سماج اس وقت تک صالح، ایمان آفریں، بہار آفریں معاشرہ نہیں بن سکتا جب تک اس تحریک کے حاملین، اس دعوت کے قائدین اور اس معاشرہ کے افراد زیور علم سے آراستہ و پیراستہ نہ ہوجائیں، ان کے قلوب وارواح نور ایمانی سے منور نہ ہوجائیں اور ان کے سروں پر اللہ کی معرفت کے تاج نہ جگمگانے لگیں۔فرمان الہی ''اقرا'' کے مخاطب مرد وعورت دونوں ہیں، اس لیے مرد وزن دونوں کے لیے حصول تعلیم ضروری ہے تاکہ وہ اسلام کے آفاقی پیغامات کو، رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلنشیں ارشادات کو جان سکیں، اپنی عائلی زندگی میں باغ و بہار پیدا کرسکیں اور اپنی اولاد کی صالح تربیت کرسکیں، ایمان کے تقاضے کی تکمیل کرکے اپنی آخرت سنوار سکیں۔اس پہلی وحی میں ''باسم رب الذی خلق'' کے ذریعے علم کے رشتے کو ایمان سے، اللہ کے نام سے جوڑ دیا اس لیے کہ صرف پڑھنے سے جو علم ہوگا، وہ علم تخریبی ذہن پیدا کرے گا، اس سے انسانوں میں خود پرستی پیدا ہوگی اور ایسا علم انسان کو شہوانیت، اخلاقی انارکی کی طرف لے جائے گا اس لیے اللہ تعالی نے فرمایا" اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے" (العلق: 1)

تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت میں زوال اس وقت شروع ہوا جب علم کا رشتہ اللہ کے نام سے ٹوٹا اور یہ علم معرفت الہی سے، للّٰہیت سے، جذبہ رضائے الہی سے آزاد ہو گیا اور انسانوں نے اپنے علم کے ساتھ اللہ کو فراموش کردیا بلکہ اس سے بغاوت کرتے ہوئے یہ سمجھ لیا کہ اس کائنات کا کوئی خالق و مالک نہیں ہے۔اور آج یورپ وامریکہ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ آج دنیا کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں ہے اور ایسے لوگ انسانوں کی فکری قیادت کررہے ہیں، جنھوں نے اپنے علوم کے رشتے اللہ سے توڑ رکھے ہیں۔ یاد رکھیں جب تک علم کا رشتہ ایمان سے نہیں ہوگا اس وقت تک دنیا تخریب کی طرف جائے گی، امن وسکون سے محروم رہے گی، خودکشی کرے گی اور باہمی اعتماد و تعاون کی فضا ہموار نہ ہوگی۔آج دنیا علمی ترقی کے باوجود پریشان و مضطرب ہے، آگے بڑھ رہی ہے اور منہ کے بل گررہی ہے، مختلف بحرانوں کا شکار ہے۔اس کا واحد علاج یہ ہے کہ علم کے رشتے کو اللہ کے نام کے ساتھ مضبوط کیا جائے۔

اللہ تعالی نے جو پہلا انسان بنایا اور اسے دنیا میں بھیجا، اس پہلے انسان (آدم علیہ السلام) کو نبی بنایا تاکہ وہ آنے والے دوسرے انسانوں کی تربیت کرسکے، اپنے اس پہلے نبی کو وہ سارے علوم سکھلائے جو انسانیت کے لیے نفع بخش تھے، علم اشیاء عطا کیا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (بقرۃ: 31) اور اس علم کی بنیاد پر فرشتوں پر فضیلت و برتری عطا کی، مسجود ملائکہ بنایا۔آج سے چودہ سو سال قبل قرآن نے تخلیق آدم کے اس قصے کو بیان کرکے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ اگر تمہارے پاس علم کی طاقت ہوگی تو تم غالب رہوگے اور دنیا والے تجھے اپنے پلکوں پہ سجائیں گے، مان وسمان دیں گے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جب تک مسلمانوں کے پاس علم کی طاقت رہی تو اس نے پوری دنیا کی قیادت کی ہے۔مسلمان وہ قوم ہے جس نے اس ملک کو علم و تمدن کے پھول سے سجایا اور سنوارا ہے، ایسے زمانے میں جب کہ آج کا یورپ تاریک عہد میں تھا، بغداد و قرطبہ کے کتب خانے علمی کتابوں سے جگ مگ کررہے تھے اور اہل

یورپ ہمارے علماء حکماء کے سامنے غرناطہ، اشبلیہ، اسپین کی مسجدوں میں زانوئے تلمذ تہ کر کے علم کی موتیاں جمع کر رہے تھے اور آج امریکہ و برطانیہ جو دنیا کی قیادت کر رہے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں پوری دنیا سے آگے ہے۔ تعلیم کے میدان میں جو آگے ہوگا دنیا اس کے پیچھے چلے گی۔

افسوس دنیا کی قیادت کرنے والی یہ قوم مسلم تعلیم کے میدان میں شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب سے بھی پیچھے ہوگئی۔ برطانیہ میں بچے 18 گھنٹے پڑھتے ہیں۔ کتنے بچے ایسے ہیں جو پڑھتے پڑھتے پاگل ہو گئے لیکن مسلمان کا بچہ نہیں پڑھنے کی وجہ سے پاگلوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔ آج مسلم محلوں میں لائبریریاں نہیں ملیں گی، یہ کتابیں روحانی غذا ہیں، ان سے انسان کا دماغ، اس کی سوچ وفکر وسیع ہوتی ہے، لیکن مسلم محلے کے ہر چوراہے اور ہر گلی میں آپ کو شاندار بریانی کی دکانیں ضرور ملیں گی۔ لائبریری سے دماغ میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور بریانی ہاؤس میں بیٹھنے سے توند چوڑی ہوتی ہے۔ یہ اس قوم کا حال ہے جس کے قرآن کی ابتدا ''اقرا'' سے ہوتی ہے اور جس کے پہلے نبی بابا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے تمام چیزوں کے نام سکھلائے تھے اور یہ سروشگھا ابھیان تو آج کا نعرہ ہے، جس کے آخری نبیؐ نے چودہ سو سال قبل یہ نعرہ لگایا تھا "طلب العِلمِ فریضۃ علی کلِّ مسلمٍ" (اخرجہ ابن ماجۃ: 224)

اللہ تعالی نے صرف اپنے پہلے نبی آدم علیہ السلام کو زیور علم سے آراستہ نہیں کیا بلکہ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو نعمت علم سے سرفراز کیا ہے۔ اپنی اس محبوب جماعت انبیاء جو روئے زمین کی سب سے مقبول و پسندیدہ جماعت ہے، جو اللہ کی آنکھوں کے تارے، راج دلارے ہیں، جن کا انتخاب اپنی پیغام رسانی کے لیے کیا ہے اور جنہیں معصوم عن الخطاء قرار دیا ہے، اس پاک طینت پاک باز گروہ کو نبوت کی دولت عطا کی اور ساتھ ہی انہیں علم کی دولت سے بھی نوازا، جو اس بات پر دال ہے کہ یہ علم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے، جو نعمت ان بندوں کو عطا کرتا ہے جو محبوب ربانی، محبوب سبحانی ہوتے ہیں۔ غور فرمائیں اللہ تعالی نے حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کو بہت کچھ عطا کیا، مال و دولت عطا کیا، حکومت و سلطنت دی، لیکن اللہ نے ان دونوں پر اپنی جس نعمت کا تذکرہ کیا ہے وہ نعمت علم ہے وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ عِلۡمًا (نمل: 15)

روئے زمین کا پہلا رسول جو عرصہ دراز تک اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچاتا رہا، جس نے اپنی قوم کے کئی نسلوں کی تربیت فرمائی، وہ حضرت نوح علیہ سلام ہیں، ان کو اللہ تعالی نے اپنی کس نعمت سے مالا مال کیا وہ علم و حکمت کی موتیاں تھیں جس کا اظہار اپنی قوم کے بڑے سردار کا جواب دیتے ہوئے کیا اُبَلِّغُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَاَنۡصَحُ لَـكُمۡ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (اعراف: 62) رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ فصیح و بلیغ بھی ہو، نصیحت کرنے والا خیر خواہ بھی ہو اور اسے اللہ (کی عظمت و شان اور صفات) کا علم بھی سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

یہ حضرت یوسف علیہ سلام ہیں جن کے علم نے ان کو جیل سے رہا کیا اور جن کے علم ہی نے ان کو مصر کے خزانے کا، سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا، جس ہستی نے ان کو علم سے نوازا وہ فرما رہے ہیں (یوسف: 22) اور ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی آمد سے پورا عالم منور و روشن ہوا، جہالت وضلالت کی تیرگی، گھنگھور گھٹائیں کافور ہوئیں، صحابہ کرام کے سینے کتاب و حکمت کے نور سے معمور ہوئے۔ اس معلم انسانیت سے متعلق اللہ تعالی اپنے جس انعام و احسان کا تذکرہ کر رہا ہے وہ ہے وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا (نساء: 113) اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ، فیض یافتگان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنھوں نے اپنے خون جگر سے شجر اسلام کی آبیاری کی، دعوت اسلامی کی ترویج و اشاعت میں جانی و مالی قربانیاں پیش کیں، پیغامات اسلام کو لے کر دنیا کے ہر گوشے میں گئے، وہ جو قرآن کریم کے اولین مخاطب تھے اور جن کی عظمت و صداقت کی گواہی قرآن نے دیا ہے، وہ صحابہ کرام علم کے بڑے حریص تھے اور جن کے حریص علی العلم ہونے کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا "من أسعد الناس بشفاعۃ یوم القیامۃ اللہ کے رسول قیامت کے دن آپ کی شفاعت کس خوش نصیب کو حاصل ہوگی؟ جواب دینے سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علم کے حریص ہونے کی تائید فرمائی "لقد ظننت یا أبا هريرة أن لا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث میں سمجھ رہا تھا کہ سب سے پہلے تم ہی مجھ سے یہ سوال کروگے، ایسا اس لئے کہ میں تمہارے اندر طلب حدیث کا حرص پاتا ہوں، اس کے بعد آپ نے فرمایا أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا اله الا الله خالصا من قبل نفسه روز قیامت میری شفاعت کا مستحق وہ ہوگا جس نے اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا ہوگا" (بخاری، کتاب العلم: 99)

آج ہمارے معاشرے میں دینی وعصری تعلیم سے آراستہ لوگوں کی کمی نہیں ہے، اس کے باوجود دینی تعلیم کا مزاج اور رجحان کم ہوتا جا رہا ہے بلکہ عصری تعلیم سے جڑے بیشتر لوگ دینی تعلیم اور دینی تعلیم سے وابستہ لوگوں کو احترام سے نہیں بلکہ بنظر حقارت دیکھتے ہیں، مارکیٹ ویلیو سے ان کا موازنہ کرنے لگتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دینی تعلیم کے حصول کا مقصد مردے کو غسل دلانا اور جنازے کی نماز پڑھا دینا ہے اور بس، لیکن ہمیں اس حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ اگر ہم اس طرح دینی وشرعی تعلیم سے کنارہ کش رہے، اپنی اولاد کو عالم دین نہیں بنایا تو آخر دنیا کے سامنے اسلام کی ترجمانی کون کرے گا؟ اقوام عالم میں اسلام کی نمائندگی کیسے کی جائے گی؟ اعداء اسلام کے اعتراضات کا علمی سطح پر جواب کون دے گا؟ اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کرنے اور ان کا قلع قمع کرنے کے لیے کون آگے بڑھے گا؟ خیر امت کے تقاضے کی تکمیل کون کرے گا؟ کیا دینی علوم میں رسوخ کے بغیر ایسا کرنا ممکن ہوسکتا ہے؟

☆☆☆

مدارس اسلامیہ اور جدید ٹکنالوجی کا استعمال امکانات وتوقعات

مولانا طارق اسعد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

اکیسویں صدی اپنے جلو میں ایسی حیرت انگیز ایجادات لیے نمودار ہوئی جس نے پوری روئے زمین کا ضابطہ حیات ہی بدل دیا، ہفتوں، مہینوں اور سالوں میں پایہ تکمیل کو پہنچنے والے امور سکنڈوں اور منٹوں میں ہونے لگے، دنیا سمٹ کر مٹھی میں بند ہوگئی، ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے ملک میں پیغام رسانی کے لیے جہاں مہینے لگ جاتے تھے وہیں ہاتھ کی ایک جنبش سے ایک سکنڈ سے کم وقفے میں بھی وہی پیغام دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کی آمد اور اس تک آسان رسائی نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں بے انتہا سہولتیں اور آسانیاں مہیا کر دی ہیں۔ خاص کر گزشتہ دو دہائیوں میں ٹکنالوجی اور جدید آلات میں جو برق رفتار ترقی ہوئی ہے اور جس طرح سے نئے نئے ڈیوائیسز وجود پذیر ہوئے ہیں ان سے انسانی زندگی میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔

ٹکنالوجی کے اس دور میں ہر فرد خواہ امیر ہو غریب، جاہل ہو یا عالم، بچہ ہو یا جوان یا بزرگ، مرد ہو یا عورت غرضیکہ ہر کوئی اس کا حصہ بنا ہوا ہے اور کسی نہ کسی طرح اس سے استفادہ کر رہا ہے۔ جدید آلات سے کسی کو مفر نہیں اور ان سے دامن بچانا کوئی دانشمندی بھی نہیں کہ ایک زمانہ اس سے مستفید ہو رہا ہو اور کسی معقول یا جائز سبب کے بغیر اس سے بے اعتنائی برتنا درست نہیں۔

مدارس اسلامیہ پر عموما یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہاں پر جدت پسندی اور تبدیلی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، اصلاح کی کوششوں کو بلا سبب رد کر دیا جاتا ہے، ہر نئی چیز کو کڑی تنقیدی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ بہت سارے مدارس نے اصلاح کی مثبت کوششوں کا تہہ دل سے خیر مقدم کیا ہے اور درست رائے اور مبنی بر اخلاص مشوروں کو عملی جامہ بھی پہنایا ہے، نیز عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں نظام تعلیم، نصاب تعلیم، رہن سہن، وغیرہ میں انقلابی تبدیلیاں بھی کی ہیں تاکہ مدارس بھی زمانے کے شانہ بشانہ چلیں اور دینی تعلیم اور عصری امور کی رعایت کرتے ہوئے پیش آمدہ مسائل کا تحلیل وتجزیہ کریں۔

کرونا اور لاک ڈاؤن کے سبب تعلیمی وتدریسی نظام میں انقلابی تبدیلی رونما ہوئیں، پہلی مرتبہ پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں اتنے بڑے پیمانے پر آن لائن تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو کچھ تلخ وشیریں تجربات کے ساتھ ابھی بھی جاری وساری ہے، بہت سارے مدارس نے آن لاین تعلیم کا سلسلہ شروع کیا مگر چوں کہ اس کے لیے اساتذہ کی خاص ٹریننگ کی ضرورت تھی نیز دیہی علاقوں میں انٹرنیٹ کی سست رفتاری کے مسائل کے باوجود بھی یہ تجربہ کسی حد تک کامیاب رہا تاہم اس کے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہو سکے اور بہت سارے طلبہ کما حقہ اس سے استفادہ نہیں کر سکے، مدارس کو چاہیے کہ اس پہلو پر از سر نو غور کریں اور اس بات کا جائزہ لیں کہ کہاں پر خلل ہے؟

ایک سروے (جو ضلع مئو کے ثانوی سطح کے اسکول ومدارس میں کیا گیا) کے مطابق ۸۶ فیصد اساتذہ مدارس آن لائن ایجوکیشن فراہم کرنے میں آن لائن سسٹم کو استعمال کرنے کے لیے مہارت کی کمی کی وجہ سے رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہیں، ۷۹ فی صد معلمین تکنیکی آلات سے ناواقف ہیں، ۷۷ فی صد اساتذہ کے پاس ادارے کی طرف سے ہدایات کی کمی کی وجہ سے رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (Barriers on Providing Online Eduction by Madrasa and School Teachers, by Shahbaz Ahamd 57, 58)

یہ بھی واضح رہے کہ آن لاین تعلیم کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دروس ریکارڈ کر کے بھیج دیے جائیں یا ویب سائٹ پر اپلوڈ کر دیے جائیں اور طلبہ انہیں ڈاونلوڈ کر کے سن لیں، بلکہ آن لائن تعلیم میں لائیو ٹیلی کاسٹ کا بطور خاص اہتمام ہونا چاہیے بایں طور کہ استاد درس دے اور تمام طلبہ براہ راست اس لیکچر کو سنیں، جو سوالات ان کے ذہن میں ہوں وہ پوچھیں اور استاد ڈائرکٹ سوالوں کا جواب دے، یعنی کہ بالکل ویسی ہی فضا ہو جیسے درس گاہ میں بالمشافہ تدریس کا ماحول ہوتا ہے، آن لائن کلاسیز کے لیے بہت سارے فری ایپ بھی دستیاب ہیں، علاوہ ازیں ایک مخصوص قیمت دے کر پیڈ ایپس بھی خریدیں جا سکتے ہیں۔ میرے خیال سے آن لائن تعلیم کا یہی درست طریقہ ہے، ہندوستان کی بہت ساری یونیورسیٹیاں اسی طریق پر کاربند رہی ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا طرز تدریس یہی رہا ہے۔ مدارس کھلنے کے بعد اگرچہ آن لائن تعلیم کا سلسلہ موقوف ہو چکا ہے لیکن اگر ارباب مدارس چاہیں تو اس پلیٹ فارم سے استفادہ کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا، ملک اور بیرون ملک سے علما، دعاۃ، ماہرین تعلیم اور دیگر جامعات ویونیورسیٹیز کے قابل اساتذہ کے آن لائن دروس ولیکچرز کے ذریعہ

طلبہ واساتذہ کوفائدہ پہنچاسکتے ہیں۔

کرونااور لاک ڈاون سے قبل مدارس میں طلبہ کے لیے موبائل فون کا استعمال ممنوع تھااور بڑی سختی سے اس پر عمل درآمد بھی ہوتا تھا،نہیں معلوم کہ مابعد کرونا مدارس میں یہ پابندی برقرار ہے یانہیں، اگرابھی بھی طلبہ کے لیے اسمارٹ فون کی اجازت ہے تو انتظامیہ کواس تعلق سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے،عموما یہ دیکھا جاتا ہے کہ عوام بالعموم اور طلبہ بالخصوص اسمارٹ فون کے استعمال میں بے حد لاپرواہ ہوتے ہیں، گھنٹوں سوشل میڈیا پر مغز ماری کرتے ہیں،فیس بک،ٹویٹر، یوٹیوب، واٹس ایپ، سنیپ چیٹ، ٹیلی گرام سمیت متعدد ایپس پر اپنا قیمتی وقت بے دریغ برباد کرتے ہیں اور فضول اور لایعنی کنٹینٹ (مواد) کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں وقت گذاری کے لیے مختلف گیمز کا بھی سہارا لیتے ہیں۔

حالاں کہ اگر دیکھا جائے تو اسی اسمارٹ فون کے مثبت استعمال کے بیسیوں ذرائع موجود ہیں بلکہ اس وقت پوری دنیا الیکٹرانک ڈیوائیسز کو اپنے تعلیمی اور تدریسی امور کے لیے استعمال کررہی ہے اور اس سے خوب خوب استفادہ کررہی ہے، عربی،انگریزی، اردو، ہندی سمیت دنیا کی تمام زبانوں میں بے تحاشہ مواد موجود ہیں، ای بک، ڈیجیٹل لائبریری، پی ڈی ایف، ورڈ،صوتی کتب،آن لائن دروس ولیکچرز،تعلیم وتدریس کے حوالے سے لاکھوں ویب سائٹز،غرض یہ کہ معلومات کا ایک بحر بے کراں ہے جوانٹرنیٹ پر سیلاب کی صورت میں امڈا پڑا ہوا ہے،مگر افسوس کا مقام ہے کہ طلبہ مدارس بلکہ مسلم نوجوان اس سیلاب سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے خشکی کی طرف پناہ لیتے ہیں، اللہ کی اس عظیم الشان نعمت سے استفادہ کے بجائے لایعنی بلکہ فحش مواد کے مشاہدے میں وقت برباد کرتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کوجدید آلات سے استفادہ کی سمت میں پیش قدمی کرنی ہوگی اور ماڈرن ٹکنالوجی سے مسلح ہوکرزمانے کے قدم سے قدم ملاکر چلنا ہوگا،اس کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہواسے مہیا کرنا ارباب مدارس کی ذمہ داری بنتی ہے، لیپ ٹاپ، پروجیکٹر،کمپیوٹر، ڈیجیٹل لائبریری سمیت بہتیرے آلات سے مدرسہ کومزین کرنا اور طالبان علوم نبوت کے لیے ان سے استفاہ آسان کرنا وقت کی ایک ضرورت ہے۔

شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ ''برصغیر میں عربی زبان اور ادب کی تعلیم'' کے عنوان سے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''ہر زبان کی تعلیم کے لیے اہل زبان کی گفتگو اور لب ولہجہ کی سیکڑوں کیسٹ اور متحرک تصویروں پر مشتمل ریلیں تیار کی گئیں جن سے دنیا بھر میں استفادہ کیا جارہا ہے،اس طرح کسی بھی دوسری زبان کی تعلیم اب سالوں کے بجائے مہینوں میں ہونے لگی ہے۔افسوس کہ عربی زبان کے سلسلے میں ہمارے مدارس والوں کوان سے فائدہ اٹھانے کا کبھی خیال نہیں پیدا ہوا۔۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ اب تک سنجیدگی کے ساتھ جدید آلات وذرائع سے استفادے کے متعلق سوچا بھی نہیں گیا اور نہ ہی کبھی ان کی ضرورت محسوس کی گئی۔۔۔اس صورتحال پر جہاں تک غور کیا جائے مسئلے کا حل سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ جدید آلات وذرائع سے استفادہ کیا جائے تاکہ طلبہ کوزبان سیکھنے میں جودشواریاں پیش آئی ہیں وہ یکسر ختم ہوجائیں۔'' (مقالات عزیر شمس، مرتبہ حافظ شاہد رفیق،ص: ۱۱۳، ۱۱۴)

شیخ عزیر شمسؒ کا یہ مضمون سن ۱۹۸۴ء کا تحریر شدہ ہے، ۳۶ سال قبل موصوف نے اس جانب توجہ دلائی تھی حالانکہ اس وقت جدید ٹکنالوجی ابتدائی مرحلہ میں تھی جواب اکیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہے، پورا منظرنامہ اب تبدیل ہو چکا ہے بلکہ بہت ساری ٹکنالوجی آوٹ آف ڈیٹیڈ ہوچکی ہیں اوران کی جگہ پر ان سے زیادہ برق رفتار، سہل الاستعمال آلات ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان کا مثبت استعمال اور کماحقہ استفادہ مدارس کے بہترین مستقبل کی ضمانت ہے۔

یہ مضمون مولانا ابوالکلام آزاد کے درج ذیل اقتباس پر ختم کیا جاتا ہے:

''۔۔۔کوئی تعلیم کامیاب نہیں ہوسکتی اگر وہ وقت اور زندگی کی چال کے ساتھ نہ ہو، جوتعلیم ہووہ ایسی ہونی چاہیے کہ زمانے کی جو چال ہے وہ اس کے ساتھ جڑ سکتی ہو، اگر آپ دونوں ٹکڑوں کو الگ الگ رکھیں گے تو وہ تعلیم کامیاب نہیں ہوسکتی۔''

(مولانا آزاد کا ذہنی سفر،از: ظ انصاری،ص ۴۴)

☆☆☆

صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے زیر اہتمام

خطاب عام: مورخہ ۲۳/دسمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر نے بمقام مسجد اہل حدیث مومن پورہ ناگپور میں اصلاح معاشرہ کے عنوان پر خطاب عام کا اہتمام کیا جس کی صدارت جناب الحاج وکیل پرویز صاحب قائم مقام امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث مہاراشٹر و ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے فرمائی۔مقرر خصوصی مولانا ابوبکر سلفی صاحب ممبئ تھے۔ نظامت کے فرائض جناب انجینئر عظمت اللہ شیخ نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر و ناظم شہری جمعیت اہلحدیث ناگپور نے انجام دیے۔ جناب مجیب خان جوائنٹ سکریٹری شہری جمعیت اہل حدیث ناگپور نے تمام مہمانوں اور شرکاء کاشکریہ ادا کیا۔اس موقع پر سامعین کی بڑی تعداد موجود تھی۔

(رپورٹ: سرفراز احمد اثری، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر)

ترجمان

صفاتِ باری تعالیٰ
صفتِ قرب

مولانا عبیداللہ الباقی اسلم
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

اولاً: قرب کا معنی:

قرب، یہ بعد کی ضد ہے (دیکھیں: تہذیب اللغۃ (۹/۱۰۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لفظ، مثل لفظ الدنو' وضد القرب: البعد لفظ ''قرب'' ''دنو'' کی طرح ہے، اور ''قرب'' کی ضد ''بعد'' ہے۔ (مجموع الفتاوی (۶/۳۲)

ثانیا: صفت قرب پر اہل سنت والجماعت کا مجمل اعتقاد:

صفت قرب کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے حقیقی طور پر قریب ہوتا ہے، جیسے اس کے جلال وعظمت کے شایان شان ہے، چنانچہ وہ اپنے عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوقات سے جدا ہے، اور ان سے حقیقی طور پر قریب بھی ہوتا ہے، لیکن قطعاً اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن وسنت میں وارد ہر لفظ قرب کو قرب ذاتی پر محمول کیا جائے بلکہ اس کا معنی حسب سیاق طے ہوتا ہے (دیکھیں: صفات اللہ عزوجل الواردۃ فی الکتاب والسنۃ (ص:۱۱۵)

ثالثاً: صفت قرب کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ''اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں (تمہارے) قریب ہوں (سورۃ البقرہ:۱۸۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ''تو اس سے مغفرت مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا پروردگار نزدیک (بھی ہے اور دعا) قبول کرنے والا (بھی) ہے'' (سورہ ہود:۶۱)

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: انکم لیس تدعون أصم ولا غائبا، انکم تدعون سمیعا قریبا، وھو معکم تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بے شک تم سننے والے اور قریب رہنے والے کو پکار رہے ہو، اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (صحیح مسلم ح:۲۷۰۴)

رابعاً: صفت قرب کے بارے میں اہل علم کے چند اقوال: ۱۔ حماد بن زید رحمہ اللہ سے حدیث نزول کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا اللہ تعالیٰ منتقل ہوتا ہے؟ تو وہ خاموش رہے، پھر فرمایا: هو في مكانه، يقرب من خلقه كيف يشاء وہ اپنی جگہ پر رہتا ہے، (مگر) اپنی مخلوق سے جیسے چاہے قریب ہوتا ہے (دیکھیں: شرح حدیث النزول ص:۴۰)

۲۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأن الله على عرشه في سمائه، يقرب من خلقه كيف شاء... ''اور اللہ اپنے آسمان میں اپنے عرش پر (مستوی) ہے، اپنی مخلوق سے جیسے چاہے قریب ہوتا ہے (دیکھیں: العلو (ص:۴۴۳) واجتماع الجیوش (ص:۱۶۵)

۳۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأما دنوه وتقربه من بعض عباده، فهذا يثبته من يثبت قيام الأفعال الاختيارية لنفسه ''اور جہاں تک اس کا اپنے بعض بندوں سے قریب ہونے کی بات ہے تو اس (صفت قرب) کو وہی (اللہ عزوجل خود اپنے لئے) ثابت کرتا ہے جو اپنے لئے افعال اختیار یہ کے قائم ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۵/۴۶۶)

ایک جگہ اور فرماتے ہیں: ان قربه سبحانه ودنوه من بعض مخلوقاته لا يستلزم أن تخلو ذاته من فوق العرش بل هو فوق العرش، ويقرب من خلقه كيف يشاء ''بے شک اس پاک ذات کا اپنی بعض مخلوقات سے قریب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کی ذات عرش سے خالی (الگ) ہوتی ہے، بلکہ وہ عرش پر (مستوی) ہے، اور اپنی مخلوق سے جیسے چاہتا ہے قریب ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاوی (۵/۴۶۰)

خامساً: صفت قرب کے انواع: ۱۔ قرب ذاتی وحقیقی: اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہے، لہٰذا جب چاہے اپنے بندوں سے قریب ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ روزانہ رات کے آخری پہر آسمان دنیا میں نزول فرماتا ہے (دیکھیں: صحیح البخاری (ح:۱۱۴۵) وصحیح مسلم (ح:۷۸۵)

اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کے لئے قرب فرمایا تھا (دیکھیں: سورۃ مریم (۲۵) ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔

۲۔ بندوں کی عبادت پر مبنی قرب الٰہی اور یہ دو حال سے خالی نہیں؛

۱۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے تو جواب دینے کے اعتبار سے قریب ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

''جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) قریب ہوں۔'' (سورۃ البقرہ:۱۸۶)

یعنی: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے، ان کی تمناؤں کو جانتا ہے، اور ہی ذات عالی ہے جو انہیں دعاؤں کی توفیق عنایت کرتا ہے، پھر وہی ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

ب۔جب بندہ اعمال صالحہ اور عبادتوں کے ذریعہ اپنے رب کا تقرب چاہتا ہے تو اللہ عزوجل انہیں ثواب عطا کرنے کے اعتبار سے قریب ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **أقرب ما يكون العبد من ربه، وهو ساجد** بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔(صحیح مسلم(ح:۲۷۰۴)

ج۔اللہ تعالیٰ اپنے علم، قدرت اور تدبیر کے اعتبار سے اپنے بندوں سے قریب ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **انكم ليس تدعون أصم ولا غائبا، انكم تدعون سميعا قريبا، وهو معكم** تم کسے بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بے شک تم تو سننے والے اور قریب رہنے والے کو پکار رہے ہو، اور وہ تمہارے ساتھ ہے(صحیح مسلم(ح:۲۷۰۴)(دیکھیں: المطالب المفيدة في مسائل العقيدة(۱/ ۲۴۴-۲۴۷)

پس صفت قرب اللہ تعالیٰ کی صفات خبریہ اختیاریہ میں سے ایک عظیم ترین صفت ہے جو اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔(دیکھیں: العقود الذہبیۃ(۱/ ۵۱۵)

لہٰذا جب وہ چاہتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے قریب ہوتا ہے، اور اسی طرح جب بندہ طاعت کا کام کرتا ہے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ سے قریب ہوا کرتا ہے۔(دیکھیں: شرح حدیث النزول(ص:۳۷۵-۳۷۶)

بنابریں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے، نازل ہونے اور آنے جیسی عظیم صفتوں کے سلسلے میں ظاہری نصوص کے ساتھ سیاق وسباق کو دیکھنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ولا يلزم من جواز القرب عليه أن يكون كل موضع ذكر فيه قربه: يراد به قربه بنفسه بل يبقى هذا من الأمور الجائزة وينظر في النص الوارد فان دل على هذا حمل عليه، وان دل على هذا حمل عليه** "یعنی: اللہ تعالیٰ کی صفت قرب ثابت ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ہر جگہ جہاں بھی اس صفت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد قرب ذاتی ہے، بلکہ یہ جائز امور میں سے ہے، اور اس(سلسلے میں)جو نص وارد ہوئی ہے اس پر غور کیا جائے گا اگر(وہ نص)اس(قرب ذاتی)پر دلالت کرتی ہے تو اس پر اسے محمول کیا جائے گا اور اگر وہ(علم، قدرت، اور تدبیر کے اعتبار سے قریب ہونے)پر دلالت کرتی ہے تو اس پر اسے محمول کیا جائے گا(مجموع الفتاوی(۶/ ۱۴)

سادساً: صفت قرب پر ایمان رکھنے کے اثرات:

ا۔قربت الٰہی پر ایمان ویقین بندے کو یہ احساس دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، اس پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے، مشکل حالات میں وہی اس کی پکار کو سننے والا ہے، تو ایسے میں اس کی امیدیں بڑھ جاتی ہیں، مایوسی سے دور رہ کر اسی کی طرف رجوع کرتا ہے، اسی سے لولگاتا ہے، اور اسی کے سامنے ہر حال میں دست احتیاج کو بڑھاتا ہے۔

۲۔قربت الٰہی پر ایمان ویقین جہاں ایک طرف اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ بندہ مؤمن ہر اس چیز سے دور رہے، جو غضب الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو، تو دوسری طرف اس بات کا بھی احساس دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے قریب ہے، اس سے صادر ہونے والی ہر چھوٹی بڑی چیزوں پر وہ مطلع اور باخبر ہے، اس پر اس کی سری یا جہری کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے۔

۳۔جب یہ عظیم احساس بندے کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے لگتا ہے، شریعت کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے لگتا ہے، ساتھ ہی اس سے سرزد ہونے والے گناہ کی پاداش میں اللہ کی دردناک سزا اور جلد انتقام سے خوف بھی کھانے لگتا ہے۔(دیکھیں: تفسیر اسماء اللہ الحسنی للسعدی(ص:۱۸۵-۱۸۶)

سابعاً: صفت قرب پر ایمان رکھنے کے تقاضے:

یہ حق ہے کہ اللہ اپنے پکارنے والے، احسان کرنے والے، اور نیک کار بندوں سے قریب ہوا کرتا ہے، جس کی کتاب وسنت میں واضح دلائل ہیں۔اور یہ قربت الٰہی اس بات کا متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں پر بڑا مہربان ہے، انہیں کار خیر کی توفیق سے نوازتا ہے، ان پر خاص عنایتیں کرتا ہے، ان کی نصرت وتائید کرتا ہے، ان کے نیک اعمال کا خوب بدلہ عطا کرتا ہے، ان کی پکاروں کو سنتا ہے، اور ان کی دعاؤں کو قبول بھی فرماتا ہے۔(دیکھیں: بیان تلبیس الجہمیۃ(۶/ ۱۰۳)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ** "جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں، اس لئے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیں، اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔(سورۃ البقرہ:۱۸۶)

لہٰذا بندوں پر واجب ہے کہ اپنے معبود حقیقی سے محبت کریں، اسی سے امیدیں وابستہ رکھیں، اور اسی کے عذاب وعقاب سے خوف کھائیں، اسی کو پکاریں اور اسی سے لولگائیں اور اسی کے لئے ساری عبادتیں خاص کر دیں:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ "آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔"(سورۃ الانعام:۱۶۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں محبت الٰہی، قربت الٰہی اور رضاء الٰہی سے نوازے، اپنے محبوبین ومقربین بندوں میں شامل کرلے، اسلام وتوحید پر ہمیں زندہ رکھے، اور ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو۔آمین

☆☆☆

نیک اعمال کے فائدے

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، امابعد:

برادران اسلام! دنیا کا ہر انسان لمبی زندگی گذارنا چاہتا ہے اور ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس دنیا میں لمبی عمر پائے اور یہی وجہ ہے کہ ہر انسان موت سے نفرت کرتا ہے حالانکہ موت مومن کے لئے دنیا کے فتنوں سے کئی گنا بہتر ہے جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے: "اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ آدَمَ اَلْمَوْتُ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ أَقَلُّ لِلْحِسَابِ" کہ ہر انسان دو چیزوں سے نفرت کرتا ہے نمبر ایک موت سے حالانکہ موت ایک مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہوتی ہے اور دوسری چیز جس سے ہر انسان نفرت کرتا ہے وہ مال کی قلت ہے حالانکہ مال کی قلت کم حساب دینے کا سبب ہے۔ (احمد: 23625، الصحیحۃ للألبانی ؒ: 813) جیسا حبیب کائنات ﷺ نے کہا ہے آج ہماری حالت بالکل ویسی ہی ہے، دنیا کی محبت ہمارے دلوں میں اتنی رچ اور بس گئی ہے کہ ہم موت کے نام سے ہی ڈر جاتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کبھی مرنا ہی نہیں ہے، ہم میں سے ہر انسان کی یہ خواہش اور یہ تمنا ہے کہ اسے لمبی حیات ملے اور اس کی عمر 100 سال سے کم نہ ہو مگر آپ یہ بات یاد رکھ لیں کہ اگر کسی کو لمبی عمر مل جائے تو یہ خوش نصیبی اور خوش بختی کی بات نہیں ہے بلکہ خوش نصیبی اور خوش بختی کی بات تو یہ ہے کہ انسان کو لمبی عمر ملے اور وہ نیکیوں کو خوب خوب انجام دے جیسا کہ ابوبکرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کہ نبی ﷺ "أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ" لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ" جس کی عمر لمبی ہو اور وہ انسان نیک اعمال بھی بجالاتا ہو، پھر اس نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی اکرم ومکرم ﷺ آپ یہ بھی بتادیں کہ "فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ" لوگوں میں سب سے برا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ" جس کی عمر تو لمبی ہو مگر وہ برے اعمال کرتا ہو۔ (احمد: 20443، ترمذی: 2330، صححہ الالبانی ؒ)

اللہ رب العزت نے ہم کو اور آپ کو جو عمر عطا کی ہے اس عمر کے بارے میں امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ ہر انسان کی عمر کی دو قسمیں ہیں ایک عمر مطلق یعنی کہ انسان کی وہ عمر جو کبھی بھی تبدیل نہیں ہو سکتی ہے اور وہ اللہ کے علم میں ہے اور دوسری قسم ہے عمر مقید یعنی کہ انسان کی وہ عمر جو اس کتاب میں لکھی ہوئی ہے جو سماء دنیا پر موجود ہے اور جس کے مطابق فرشتے اللہ کے حکم واجازت سے دنیاوی امور کو انجام دیتے ہیں، اب عمر کے گھٹنے اور بڑھنے کو ایک مثال کے ذریعے سمجھئے کہ اللہ نے کسی کی عمر پچاس سال لکھ دی ہے اب جو کتاب سماء دنیا پر موجود ہے اس کے اندر یہ بات بھی لکھی ہوتی ہے کہ اگر اس نے نیکیوں کو انجام دیا تو اس کی عمر پچاس سال نہیں بلکہ ساٹھ اور ستر سال ہے اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ "يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ" اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے، لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔ (الرعد: 39) اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا علی ؓ نے کہا کہ اللہ کے پاس دو کتابیں ہیں ایک ام الکتاب جس کے اندر کوئی رد و بدل نہیں کیا جاتا ہے اور دوسری کتاب وہ ہے جو سماء دنیا پر موجود ہے اور اس کے اندر رب العزت جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، کسی کے عمر میں اضافہ کر دیتا ہے تو کسی کے عمر کو گھٹا دیتا ہے، کسی کی سعادت کو بدبختی سے اور کسی کی بدبختی کو سعادت سے تبدیل کر دیتا ہے۔ (کیف تطیل عمرک: ص 4) اور یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن مسعود ؓ اور سیدنا ابووائل ؓ اور دیگر صحابۂ کرام ؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "أَللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا أَشْقِيَاءَ فَامْحُ وَاكْتُبْنَا سُعَدَاءَ وَإِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا سُعَدَاءَ فَأَثْبِتْنَا فَإِنَّكَ تَمْحُو مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ" اے اللہ اگر تو نے میرے نصیب میں بدبختی لکھ دی ہے تو تو اسے مٹا کر اس کی جگہ سعادت و نیک بختی لکھ دے اور اگر تو نے میرے نصیب میں سعادت و نیک بختی لکھ رکھی ہے تو تو اسے ہمیشہ قائم و دائم رکھ، اے اللہ! تیرے پاس ہی تو ام الکتاب ہے تو جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اسی طرح سے ابوعثمان النہدی سیدنا عمر بن خطاب ؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ دوران طواف روتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے "أَللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي فِي أَهْلِ السَّعَادَةِ فَأَثْبِتْنِي فِيهَا وَإِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي فِي أَهْلِ الشَّقَاوَةِ وَالذَّنْبِ فَامْحُنِي وَأَثْبِتْنِي فِي أَهْلِ السَّعَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ فَإِنَّكَ تَمْحُو مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ" اے اللہ اگر تو نے میری تقدیر و نصیب میں سعادت مندی و نیک بختی لکھ رکھی ہے تو تو اسے قائم و دائم رکھ اور اگر تو نے میری تقدیر

ونصیب میں بدبختی وگناہ کو لکھ دیا ہے تو تو اسے مٹا کر اس کی جگہ پر نیک بختی اور مغفرت کو لکھ دے، بے شک تیرے پاس ہی تو لوح محفوظ ہے تو جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے اس کو باقی رکھتا ہے۔(تفسیر قرطبی:9/330،واحسن البیان، ص:692)

ان تمام تفصیلات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس بات میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ ایک انسان کی عمر میں کمی وبیشی کی جاتی ہے چنانچہ اہل علم نے ان تمام نصوص قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ جن میں عمروں کے اضافہ کئے جانے کا ذکر ہے ان سب کا معنی ومفہوم تین طرح سے بیان کیا ہے:

(1) عمر میں زیادتی اس سے مراد یہ ہے کہ حقیقی معنوں میں ایک انسان کی عمر میں اضافہ کردیا جاتا ہے۔

(2) عمر میں زیادتی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ایک انسان کی عمر میں برکت رکھ دیتا ہے اور یہ برکت اس طرح سے ہوتی ہے کہ اسے ان تمام عبادتوں اور نیکیوں کو انجام دینے کی توفیق مل جاتی ہے جس سے آخرت کے دن اسے فائدہ پہنچے اور اللہ ایسے انسان کے وقتوں کو ضائع وبرباد ہونے سے بھی بچالیتا ہے۔

(3) عمر میں زیادتی اس سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی ایک انسان کا نام باقی رہتا ہے وہ اس طرح سے کہ کئی دہائیوں تک لوگ اس کی اچھائیوں، اخلاق وکردار اور علم وفضل وغیرہ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

پیارے پیارے اسلامی بھائیو اور بہنو! اب آیئے ہم آپ کے سامنے میں احادیث صحیحہ کی روشنی میں ان باتوں کو بیان کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک انسان کی عمر میں اضافہ ہوجاتا ہے:

(1) ایمان (2) تقوی (3) اعمال صالحہ

اپنے اندر ایمان وتقوی کی صفت پیدا کرنا اور دل میں ہر آن وہر لحہ اللہ کا ڈر وخوف رکھنا اور مسلسل نیکیوں کو انجام دینا یہ تین ایسے اعمال ہیں جس کی وجہ سے ایک انسان کے عمروں میں اضافہ ہوجاتا ہے جیسا کہ سورہ نوح کے اندر رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کی ان نصیحتوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا تھا کہ "يَاقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ، أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ، يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى" اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (اور اگر تم میری اطاعت کروگے) تو وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا۔(نوح:2-4) قرآن کی اس آیت سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ تقوی وللہیت ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ایک انسان کی موت کو بھی مؤخر کرکے اس کی عمر میں اضافہ کردیا جاتا ہے اسی بات کو حبیب کائنات ﷺ نے کچھ یوں بیان کیا کہ "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَجَلِهِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" جس انسان کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں اضافہ کردیا جائے اور اس کے عمر کو بڑھا دیا جائے تو وہ انسان اللہ کا تقوی اختیار کرے اور صلہ رحمی کرے۔(رواہ صحیح ابن حبان عن انس:440،وصححہ الالبانیؒ) اسی طرح سے ایک دوسری روایت کے اندر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَيُوَسَّعَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيتَةُ السُّوءِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" یعنی کہ جو انسان اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اس کی عمر لمبی کردی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کردیا جائے اور اسے بری موت سے بچالیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔(رواہ احمد عن علی:1212 واسنادہ صحیح)

میرے دوستو! تمام عبادتوں کی روح تقوی ہے یہی وجہ ہے کہ حبیب کائنات ﷺ نے ہر چیز کی اصل تقوی کو قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ" اے لوگو! میں تمہیں تقوی کو اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقوی ہی ہر چیز کی اصل ہے۔(احمد: 11774، الصحیحہ:555) اور تقوی کہتے ہی ہیں کہ ہر طرح کی برائیوں سے اپنے آپ کو بچا کر اللہ کی عبادت وبندگی کرنا پس نیکیوں کو انجام دینے کا نام ہی تقوی ہے، ویسے نیکیوں سے عمروں میں اضافہ کیا جاتا ہے اس بات کا صراحتاً ذکر کرتے ہوئے محبوب خدا ﷺ نے فرمایا "لَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ" کہ نیکیوں سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور دعا سے تقدیر بھی پلٹ جاتی ہے۔(رواہ ابن ماجہ عن ثوبان رضی اللہ عنہ:90، الصحیحۃ:154)

(4) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا (5) صلہ رحمی کرنا

جن عملوں کی وجہ سے ایک انسان کے عمروں میں اضافہ کردیا جاتا ہے اس میں سے چوتھی چیز ہے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی خدمت کرنا ہے اور پانچویں چیز اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہے جیسا کہ سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آقائے کریم ﷺ نے فرمایا "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" جس انسان کی یہ خواہش ہو کہ اس کی عمر کو دراز کردیا جائے اور اس کے رزق میں کشادگی کردی جائے تو وہ انسان اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔(احمد:13401) ایک دوسری روایت کے اندر ہے سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" کہ جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا لمبی عمر پانا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔(بخاری:2067، مسلم:2557)

ذرا غور سے فرمان مصطفی ﷺ کو پڑھئے اور سنئے اور پھر اپنے سماج ومعاشرے کا جائزہ لیجئے کہ لوگ کتنے بڑے بیوقوف اور نادان ہیں کہ لمبی عمر پانے کے لئے کیسے کیسے حرکات وسکنات کرتے ہیں اورکیسی کیسی چیزیں کھاتے ہیں، کوئی جم کرتا ہے توکوئی کسرت کرتا ہے توکوئی طرح طرح کے پھل وسبزیاں کھاتا ہے مگروہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے تیار نہیں ہیں، کتنے ایسے لوگ ہیں جومہینوں اور سالوں سال سے اپنے رشتے داروں اور اپنے والدین سے قطع تعلقی کئے ہوئے ہیں۔ایسے تمام لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے کہ اللہ ان سے دیگر رشتہ داروں کے بارے میں نہیں پوچھے گا مگر والدین کے بارے میں توضرورسوال کرے گا، اسی طرح سے بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو اپنے رشتے داروں سے سالوں سال سے قطع تعلقی اختیار کئے ہوئے ہیں، سماج ومعاشرے کے اندر کتنے ایسے لوگ ہیں جوغیروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں مگر اپنوں کے ساتھ تلخ لہجہ اور سخت رویہ اختیار کرتے ہیں، اسی طرح سے سماج ومعاشرے کے اندر کتنے ایسے لوگ ہیں جو غیروں کی مدد کرنے میں فخرمحسوس کرتے ہیں مگر اپنے رشتے داروں کوایک پھوٹی کوڑی بھی دینا پسند نہیں کرتے ایسے تمام لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے کہیں ایسا نہ ہوں کہ ماں باپ کے ساتھ کی گئی بدسلوکی اور رشتے داروں کے ساتھ قطع تعلقی انہیں ہلاک وبرباد کردے۔

قارئین کرام! یہ بات بھی یادرکھ لیں کہ جہاں ایک طرف والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے عمر میں اضافہ ہوجاتا ہے اور رزق میں کشادگی ہوجاتی ہے وہیں پر دوسری طرف والدین کورلانے اور رشتے داروں سے قطع تعلقی اختیار کرنے سے دنیا میں ہی سزادی جاتی ہے جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے "كُلُّ ذُنُوبٍ يُؤَخِّرُ اللَّهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا الْبَغْيَ وَعُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ أَوْ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهَا فِي الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَوْتِ" کہ تمام گناہوں میں سے اللہ تعالی جس کی چاہے سزامؤخرکردے سوائے ظلم وسرکشی اور والدین کی نافرمانی یاقطع رحمی کے چنانچہ ان گناہوں کے مرتکب کو اللہ تعالی مرنے سے پہلے پہلے دنیا میں ہی بہت جلد سزادیتا ہے۔(صحیح الادب المفرد للألبانی رحمہ اللہ: 591) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اِثْنَانِ يُعَجِّلُهُمَا اللَّهُ الْبَغْيُ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ" ظلم اور والدین کی نافرمانی یہ دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا دنیا ہی میں جلد دی جاتی ہے۔(الصحيحة للألبانی رحمہ اللہ: 1120) اسی لئے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور بس یہ حدیث یادرکھو کہ "اَلرَّحِمُ مَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللَّهُ" رشتے داری ایک ایسی چیز ہے کہ جو اسے ملائے گا اللہ اس کو ملائے گا اور جو رشتے داری کو توڑے گا اللہ اس کو توڑدے گا۔(ترمذی: 1924، مسند احمد: 24336، اسنادہ صحیح)

(6) حسن اخلاق (7) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

جن عملوں کی وجہ سے ایک انسان کے عمر میں اضافہ کردیا جاتا ہے ان میں سے چھٹی چیز اخلاق حسنہ یعنی کہ اچھے اخلاق وکردار کو اپنانا ہے اور ساتویں چیز اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہے، افسوس صدافسوس مذہب اسلام میں جتنا ان دونوں چیزوں پر زور دیا گیا ہے آج اتنے ہی ہم مسلمان ان دونوں چیزوں سے دور ہوچکے ہیں اور آج یہ دونوں چیزیں ہمارے پاس نہیں ہیں نہ ہم اچھے اخلاق وکردار کے مالک ہیں اور نہ ہی ہمارا پڑوسی ہماری شرارتوں سے بچا ہوا ہے جب کہ یہ دونوں چیزیں اسلام کی شان اور مسلمانوں کی پہچان ہے، دین ودنیا میں عزت وبلندی عطا کرنے والی چیز ہے جیسا کہ اماں عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حبیب کائنات محبوب خدا ﷺ نے کہا کہ جس شخص کو بھی نرمی عطا کی گئی اسے دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں عطا کی گئی اور "وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ وَيَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَارِ" صلہ رحمی، اچھا اخلاق اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جو علاقوں کو آباد کرتی ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتی ہیں۔(احمد: 25259، الصحيحة للألبانی: 519)

اس حدیث میں عمر میں اضافہ کرنے والی تین باتوں کا ذکر ہے پہلی بات تو صلہ رحمی ہے دوسری بات حسن اخلاق ہے:

برادران اسلام! اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس کی تکمیل کے لئے رحمت دوعالم ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔(الصحيحة: 45) اخلاق حسنہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو اپنا کر ایک انسان مسلسل روزہ رکھنے والے اور مسلسل تہجد کی نماز پڑھنے والے انسان کے درجات ومقام کو حاصل کرسکتا ہے، (الصحيحة: 522) اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس کو اپنا کر ایک انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بن سکتا ہے۔(الصحيحة: 791) اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جو ایک انسان کو بروز قیامت نبی کی صحبت ومعیت دلاسکتی ہے۔(الصحيحة: 751) اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس کو اپنا کر ہی ایک مسلمان کامل مومن بن سکتا ہے (الصحيحة: 159) اخلاق حسنہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے سب سے زیادہ لوگ جنت کے اندر جائیں گے (ابن ماجہ: 4246، اسنادہ: صحیح) اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس کو اپنا کر ایک انسان جنت کے اعلی حصے میں ایک محل کا بھی حقدار بن سکتا ہے۔(ابوداؤد: 4800 اسنادہ: حسن) اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جو میزان میں سب سے زیادہ وزنی ہوگا (ابوداؤد: 4799 اسنادہ: صحیح) اخلاق حسنہ کے بارے میں سیدہ ام درداءؓ بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر ابودرداءؓ رات میں تہجد کی نماز پڑھتے اور روتے ہوئے بار بار صبح ہونے تک یہی دعا کرتے

رہتے کہ " أَللّٰهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي "اے اللہ تو نے مجھے بہت خوبصورت شکل وصورت عطا کی ہے پس تو میرے اخلاق وکردار کو بھی اچھا کردے۔(یہ دعا صحیح سند سے آپ ﷺ سے بھی ثابت ہے،احمد:3823)تو ام درداءؓ نے پوچھا کہ اے میرے شوہر آپ پوری رات اخلاق حسنہ کی دعا ہی کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے ام درداءؓ بے شک کہ ایک مسلمان جب اچھے اخلاق والا ہوجاتا ہے تو یہ حسن اخلاق اس کو جنت میں داخل کردے گی اور جب ایک انسان برے اخلاق والا ہوجاتا ہے تو یہ برے اخلاق وکردار اس کو جہنم میں داخل کردے گی۔ (الزھد لاحمد بن حنبل ص: 140 بحوالہ کیف تطیل عمرک ص:100)الغرض اچھا وعمدہ اخلاق ایک ایسی چیز ہے جو ایک انسان کو دنیا وآخرت میں کامیابی دلاتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بار بار اخلاق حسنہ کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے اور خود آپ ﷺ بھی جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اچھے اخلاق وکردار کی دعا مانگا کرتے تھے اور برے اخلاق وکردار سے اللہ کی پناہ پکڑا کرتے تھے جیسا کہ مسلم شریف حدیث نمبر 771 کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جو دعائیں پڑھا کرتے تھے اس میں سے ایک دعا کے اندر یہ بات ہوا کرتی تھی کہ " أَللّٰهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ "، اے اللہ اچھے اخلاق وکردار کی طرف تو ہی رہنمائی کرتا ہے پس تو میری رہنمائی اچھے اخلاق وکردار کی طرف کردے اور اے اللہ تو مجھ سے برے اخلاق وکردار کو دور کردے کیونکہ تیرے سوا مجھ سے برے اخلاق وکردار کو کوئی دور نہیں کرسکتا۔(مسلم:771)اس طرح سے آپ ﷺ اخلاق حسنہ کی دعا نماز میں کیا کرتے تھے اور شریعت میں اخلاق حسنہ کو اپنانے پر کتنا زور دیا گیا ہے مگر ہائے افسوس جس امت کے نبی اعلی اخلاق وکردار کے مالک تھے اور جس شریعت نے سب سے زیادہ اپنے ماننے والوں کو اخلاق حسنہ کو اپنانے کی تعلیم دی آج اسی شریعت کے ماننے والے لوگ سب سے زیادہ برے اخلاق والے ہوچکے ہیں، برے اخلاق وکردار آج مسلمانون کی پہچان بن چکی ہے اور ہم مسلمانوں کی اسی بداخلاقی کا سہارا لے کر دشمنان اسلام دین اسلام کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں اور انہیں وقتی طور پر کامیابی بھی مل جاتی ہے کیونکہ اہل کفر وضلال تو اسلام وقرآن کو ڈائریکٹ بلاواسطہ نہیں پڑھتے بلکہ وہ تو صرف مسلمانوں کے اخلاق وکردار، عادات واطوار کو دیکھتے ہیں اور جیسا مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو دیکھتے ہیں ویسا ہی اسلام کو بھی سمجھتے ہیں،اسی لئے میرے دوستو میری یہ بات یاد رکھ لیں اگر ہم چین وسکون سے رہنا چاہتے ہیں اور برادران وطن کے دلوں سے بغض وعداوت کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اخلاق کو بدلیں، پہلے ہم سب اپنے اپنے اخلاق وکردار کو بدلیں اللہ ہماری حالتوں کو بدل دے گا۔

میرے دوستو! جن عملوں کی وجہ سے ایک انسان کی عمر میں اضافہ ہوجاتا ہے اس میں تیسری بات جو حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے، اسلام میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کی گئی ہے بلکہ حبیب کائنات ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ مجھے جبرئیل امین پڑوسیوں کے ساتھ بار بار حسن سلوک کی اتنی زیادہ تاکید کرنے لگے کہ میں سمجھا کہیں ایسا نہ ہو کہ پڑوسیوں کو بھی وراثت میں حق دے دیا جائے (بخاری:6015)اسی پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کو ایمان کے ساتھ جوڑتے ہوئے حبیب کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جو انسان اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اس کی عزت کرے اور کسی پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔(بخاری: 6019،6018) پڑوسی کو تکلیف دینا تو اتنا خطرناک ہے کہ آپ ﷺ نے اسے ایمان کے لئے خطرہ قرار دیتے ہوئے فرمایا " وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ " کہ اللہ کی قسم وہ انسان مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ انسان مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ انسان مومن نہیں " اَلَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔(بخاری:6016) پڑوسیوں کو تکلیف دینے والے انسان کا صرف ایمان ہی خطرے میں نہیں ہوتا بلکہ ایسے انسان کا پہلے پہل جنت میں جانا بھی ناممکن ہے جیسا کہ محبوب خدا ﷺ نے فرمایا " لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ " کہ ایسا انسان جنت میں نہیں جائے گا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔(مسلم:46)اللہ کی پناہ۔تو میرے دوستو! اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو لمبی عمر ملے تو پھر آپ اچھے اخلاق وکردار کو اپنائیں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کریں۔

(8) دعا: جن اعمال کی وجہ سے ایک انسان کی عمر میں اضافہ ہوجاتا ہے اس میں آٹھویں چیز دعا ہے اور دعا یہ تو مومن کا ہتھیار ہے اور ایک ایسا نادیدہ خزانہ ہے جس کو اپنا کر کبھی کوئی مایوس نہ ہوا، رب کریم کی شان یہ ہے کہ وہ اٹھے ہوئے ہاتھ کو خالی نہیں لوٹاتا ہے اگر کوئی انسان اپنے رب سے اپنی لمبی عمر کیلئے دعا کرے یا کوئی انسان کسی کو لمبی عمر کی دعا دے اور اگر دعا قبول ہوگئی تو اسے لمبی عمر مل سکتی ہے کیونکہ دعا ایک ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بھی پلٹ دیتی ہے جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے " لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ " کہ دعا ایک ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بھی پلٹ دیتی ہے۔(ترمذی:2139 اسنادہ حسن) دعا سے لمبی عمر ملنے کی سب سے بڑی دلیل غلام مصطفی ﷺ سیدنا انسؓ ہیں جن کو ان کی والدہ حبیب کائنات ﷺ کے پاس لاتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کے لئے ایک چھوٹا سا خادم ہے، اس کے حق میں دعا کردیجئے تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ " أَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ

مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَطِلْ عُمُرَهُ وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ“ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں زیادتی عطا کر اور اس کی عمر کو لمبی کر دے اور اس کو بخش دے۔(الصحیحۃ: 2541)

بلاشک وشبہ آپ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور سیدنا انس ؓ کے مال و اولاد میں برکت بھی ہوئی اور ان کو لمبی عمر بھی ملی جیسا کہ سیدنا انس ؓ خود بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی دعا سے میرا مال بھی بہت زیادہ ہوگیا لوگوں کے باغوں میں سال میں ایک مرتبہ پھل آتا تھا اور میرے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل آتا تھا اور اولاد میں بھی خوب برکت ہوئی 100 سے زیادہ بیٹے اور پوتے ملے اور مجھے لمبی عمر بھی ملی چنانچہ انہوں نے کم وبیش 103 سال کی عمر پائی اور 91ھ میں شہر بصرہ کے اندر سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی یہی تھے، اگر آپ لمبی عمر چاہتے ہیں تو پھر رب سے دعائیں کیا کریں۔

برادران اسلام! اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو لمبی زندگی ملے تو پھر ان تمام اعمال کو بجالائیں جس کی وجہ سے ایک انسان کی عمروں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے مگر یہ بات یاد رکھ لیں کہ آپ گرچہ 100 سال کی عمر ہی کیوں نہ پالیں مگر ایک نہ ایک دن آپ کو اس دنیا سے رخصت ہونا ہی ہونا ہے، آیئے اس حقیقت کو ایک پیاری سی حدیث سے سمجھتے ہیں سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ملک الموت کو سیدنا موسی علیہ الصلاہ والسلام کے پاس ان کی روح کو قبض کرنے کے لئے بھیجا تو سیدنا موسی علیہ الصلاہ والسلام نے ملک الموت کو ایسا تھپڑ رسید کیا کہ ان کی ایک آنکھ ہی پھوڑ دی، چنانچہ ملک الموت کا فرشتہ رب کے حضور آیا اور کہا کہ اے رب العالمین ”أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ“ تونے مجھے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا ہے، فرشتے کی یہ بات سن کر رب العزت نے فرشتے کی آنکھ واپس لوٹا دی اور پھر ان سے یہ کہا کہ ”اِرْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ“ پھر سے موسی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھے، پھر جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ان میں سے ہر ہر بال کے بدلے ان کو ایک اور سال عطا کی جائے گی، چنانچہ سیدنا موسی علیہ الصلاہ والسلام نے اللہ سے پوچھا کہ ”أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا“ اے میرے رب اس کے بعد کیا ہوگا؟ تو رب العزت نے کہا ”ثُمَّ الْمَوْتُ“ کہ اس کے بعد پھر بھی موت ہے اور مرنا ہی ہے، یہ سن کر حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا کہ جب اتنے سالوں کے بعد بھی مرنا ہے تو پھر ”فَالْآنَ“ مجھے ابھی موت چاہئے۔(بخاری: 3407، مسلم: 2372) انسان اگر ہزار برس بھی اس دنیا میں جی لے پھر بھی اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہے اسی لئے اپنی موت وآخرت کو یاد رکھو اور اپنی آخرت کے لئے توشہ جمع کرلو کیونکہ آج نہیں تو کل ہم سب کو اس دارفانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر جانا ہے اسی لئے رب العزت کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھو کہ ”وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى“ اور آخرت ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔(الاعلی: 17)

اب آخر میں رب العزت سے دعا گو ہوں کہ الہ العالمین ہم سب کو نیک سمجھ عطا فرمائے اور اپنی آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں (ا)”کیف تطیل عمرک: از محمد بن ابراہیم النعیم اور (ا) کیف تطیل عمرک: از دکتور عبدالسلام بن محمد الشویعر“ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	204/-

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا ابو حمدان اشرف فیضی

عورت اسلام کے سائے میں

اسلام نے عورتوں کو ہر اعتبار سے جو عزت وشرافت اور مقام ومرتبہ عطا کیا ہے دیگر ادیان ومذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی، مختلف اقوام ومذاہب میں عورتوں پر جو ظلم وستم ڈھائے گئے اس کے تصور ہی سے جسم کانپ اٹھتے ہیں، دل دہل جاتے ہیں، آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، سچ تو یہ ہے کہ متعدد مذاہب میں عورت اور جانور میں کوئی فرق نہ تھا، ایسی قومیں بھی گزری ہیں جو عورت کو انسان ماننے کے لیے بھی تیار نہ تھیں، اسے نجس اور گری پڑی چیز سمجھا جاتا تھا، گھر اور بچوں کی دیکھ بھال اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، اسے زمین پر جینے کا حق حاصل نہ تھا، اس کے وجود کو منحوس اور باعث لعنت سمجھا جاتا تھا، اس کی عزت وعصمت محفوظ نہ تھی، اسلام نے عورتوں کے مقام کو اس قدر بلند کیا کہ اسے دنیا کی سب سے بہترین دولت قرار دیا، ارشاد نبوی ﷺ ہے: الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ [صحيح مسلم: كِتَابُ الرِّضَاعِ، بَابٌ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ: ١٤٦٧] دنیا متاع ہے (چند روزہ سامان ہے) اور دنیا کا بہترین متاع (فائدہ بخش سامان) نیک عورت ہے۔

اسی طرح اسلام نے عورت کو منحوس نہیں بلکہ باعث سعادت اور محبوب قرار دیا، فرمان نبوی ﷺ ہے: أربعٌ من السعادةِ: المرأةُ الصالحةُ، والمسكنُ الواسعُ، والجارُ الصالحُ، والمركبُ الهنيءُ [أخرجه ابن حبان: ٤٠٣٢، والخطيب في تاريخ بغداد: ١٢/٩٩، باختلاف يسير، صحيح الترغيب: ٢٥٧٦] چار چیزیں باعث سعادت ہیں: نیک عورت، کشادہ گھر، نیک پڑوسی، آرام دہ سواری۔ دوسری حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حُبِّبَ إليَّ منَ الدُّنيا، النساءُ، والطِّيبُ، وجُعِلَ قرةُ عيني في الصلاةِ [سنن النسائي: كِتَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ، بَابٌ حُبُّ النِّسَاءِ: ٣٩٣٩، حسن صحيح، وأحمد: ١٣٠٧٩] دنیا کی چیزوں میں سے عورتیں اور خوشبو میرے لیے محبوب بنادی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اسی طرح اسلام نے بتایا کہ مرد اور عورت انسان ہونے میں دونوں برابر ہیں، جس طرح مرد کے احساسات اور جذبات ہوتے ہیں اسی طرح عورت کے بھی احساسات اور جذبات ہوتے ہیں، جس طرح مردوں کو انسانی مخلوق ہونے کا شرف حاصل ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ شرف حاصل ہے، دونوں کی تخلیق ایک جنس سے ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً [النساء: ١] اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [الروم: ٢١] اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ حدیث میں ہے: إنّما النِّساءُ شقائقُ الرِّجالِ [سنن أبي داود: كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبِلَّةَ فِي مَنَامِهِ: ٢٣٦، صحيح] عورتیں بھی (شرعی احکام میں) مردوں ہی کی طرح ہیں۔

اسی طرح ایمان میں دونوں برابر ہیں، ایسا نہیں کہ مرد کا ایمان الگ اور عورت کا ایمان الگ، مرد کا ایمان اعلیٰ اور عورت کا ایمان ناقص، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اسی طرح اعمال وعبادات کے اجر وثواب میں بھی دونوں برابر ہیں، ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی نیکی مرد کرے تو اسے زیادہ ثواب اور وہی نیکی عورت کرے تو اسے کم ثواب، اللہ تعالیٰ کے پاس اجر وثواب کے معاملے میں جنس کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ [آل عمران: ١٩٥] پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہرگز ضائع نہیں کرتا، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ

وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا [الأحزاب: ۳۵] بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں بردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں، ان (سب کے) لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ غور فرمائیں! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کی دس صفات اور عورتوں کی دس صفات ذکر کیا ہے اور دونوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

بعض مذاہب میں عورت کو دینی ترقی میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا، اس لیے دیندار اور مذہبی بننے کے لیے عورت سے الگ ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا، جیسا کہ نصاریٰ میں شادی بیاہ ایک غیر متبرک رسم ہے جس سے بچنا ضروری ہے، ان کے پاس غیر شادی شدہ شخص زیادہ مکرم و محترم ہے، اسلام نے عورت کو دینی ترقی میں رکاوٹ نہیں بلکہ معاون بتایا اور عورت کو مرد کے لیے نصف دین اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بتایا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مَن تَزَوَّجَ فقدِ استكمَلَ نِصْفَ الإيمانِ، فلْيَتَّقِ اللهَ فِي النصفِ الباقِي [أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط: ۷٦٤۷، صحيح الجامع: ٦١٤۸، حسن] جس نے شادی کی تو اس نے آدھا ایمان مکمل کر لیا پس اسے بقیہ آدھا ایمان میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ دوسری حدیث میں ہے: من رزقه اللهُ امرأةً صالحةً، فقد أعانه على شَطرِ دِينِه، فلْيَتَّقِ اللهَ فى الشطرِ الباقى [أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط: ۹۷۲، والحاكم: ۲٦۸۱، والبيهقي في شعب الإيمان: ۵٤۸۷، صحيح الترغيب: ۱۹۱٦، حسن لغيره] جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نیک بیوی عطا کیا پس اس کے نصف دین میں مدد کیا اب اسے بقیہ آدھا دین میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عورت کو جینے کا حق نہ تھا، باپ بیٹی کا دشمن تھا، اسے اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ دفن کر دیتا تھا اسلام نے عورت کو عزت کے ساتھ زمین پر جینے کا حق دیا اور اس سنگ دلی سے منع کیا اور اسے حرام قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ [النحل: ۵۸-۵۹] ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟۔ دوسرے مقام پر فرمایا: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۙ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ [التكوير: ۸-۹] اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟ اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ [صحيح البخاري: كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْكَبَائِرِ: ۵۹۷۵] اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور (دوسروں کے حقوق) نہ دینا اور ناحق دوسروں سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے)۔

اسلام نے نہ صرف مسلمان عورت بلکہ دشمن قوم کی عورتوں کی زندگی کی حفاظت کی، جیسا کہ حدیث میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ [صحيح البخاري: كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ: ۳۰۱۵] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی غزوے میں مقتول پائی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔

اسی طرح اسلام نے بیواؤں کو جینے کا حق دیا، قدیم مذاہب اور تہذیبوں میں بیواؤں کی حالت ناگفتہ بہ رہی، مختلف طریقے سے ان پر ظلم ڈھایا جاتا تھا، شوہر کے انتقال کے بعد اس کے اولیاء بیوہ کو اپنے تصرف میں لے لیتے تھے، بیوہ کو نکاح ثانی کا اختیار نہ تھا، یا تو عورت کی مرضی کے بغیر خود اس سے نکاح کر لیتے یا دوسروں سے کراتے اور مہر خود لے لیتے یا شادی سے روکتے، اسلام نے بیوہ عورت کے ساتھ ہونے والے ان مظالم کا خاتمہ کیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ابوالکلام آزادؒ

احتساب: احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کی تمام جزئیات جکڑی ہوئی ہیں۔ اگر اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہوجائے۔ اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا۔ خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم ورواج اختیار کیے، جن کی خلاف ورزی موجب ملامت، بلکہ بعض اوقات قوی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا، جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیۃ بشری کو مجبور کرتا ہے۔

ہمارا سرمایہ فخر: اگر یورپ کو اپنی تہذیب پر فخر ہے کہ وہ انسان کی ہر فروگزاشت پر سختی کے ساتھ گرفت کرتی ہے اگر رومن لا (رومی قانون) کو اپنے اوپر ناز ہے کہ وہ دنیا کے قوائے متضادہ کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا، اگر یونان کو اپنے فلسفہ اخلاق پر گھمنڈ ہے کہ وہ اخلاقی قوی کی تربیت کرتا ہے تو ہمیں ان کے بڑے بول سے مرعوب نہیں ہوجانا چاہئے۔ ہم رسم ورواج کے غلام نہیں کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ ہوجائیں۔ قیاسات عقلی ہماری غذائے روحانی نہیں کہ یونانیوں کے طلسم میں پھنس جائیں، بلکہ ہمارے رگ اور پٹھے ایک پاک مذہب کے سلسلے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے گوشت اور خوں پر چمڑے کی جگہ مذہب کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ہمارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذہبی احساس حرکت دے رہا ہے، پس ہم کو ہر دلفریب رسم ورواج، ہر مرعوب کرنے والے قانون اور ہر متحیر کردینے والے فلسفے کو چھوڑ کر اپنی باگ صرف اسلام ہی کے ہاتھ میں دینی چاہئے اور اس پر فخر کرنا چاہئے کہ:

رشتۂ در گردنم افکندہ دوست
مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اسوۂ حسنہ: مذہب کی قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرض کرکے ہم کو پوری دنیا کی مادی واخلاقی غلامی سے آزاد کردیا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب: ۲۱)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی واتباع کا بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ کی تقلید کرو کیونکہ ایک شخص کی تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کی تقلید کی نفی نہیں ہوجاتی بلکہ یہ فرمایا، تمہاری تقلید صرف اسی پاک ذات میں محدود ہے کیونکہ تمھیں اعمال صالحہ کا یہ خزانہ دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس طرز بیان سے نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم کردیا گیا، بلکہ ساتھ ہی دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کی نفی بھی کردی۔ اس لئے کہ صرف ایک ہی آفتاب ہے جس کی روشنی ظلمت زار دنیا کی ہر اندھیری اور ہر تیرہ وتاریک راہ میں ہماری رہنمائی کرسکتی ہے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(مولانا رومؒ)

آیات واحادیث: اسی آفتاب کی روشنی سے اور سیارے بھی نور حاصل کرتے ہیں، اس لئے ان کا اتباع بھی ہم پر واجب ہوجاتا ہے۔

۱-خیر القرون قرنی بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔

ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم اس کے بعد ان لوگوں کا دور جو اس کے بعد آئیں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد اسوہ حسنہ کی تقلید کریں گے۔

۲-اصحابی کالنجوم میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی اس خصوصیت کا بار بار ذکر کیا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ (الاعراف: ۱۵۷)

جو رسول اور نبی امی کی پیروی کریں گے، جس کی بعثت توراۃ وانجیل میں لکھی پائیں گے۔ وہ انھیں نیکی کے کاموں کا حکم دے گا۔ برائیوں سے روکے گا۔ پاک ومفید چیزوں کو ان پر حلال اور ناپاک ومضر چیزوں کو حرام کرے گا۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)

تم لوگ بہترین امت ہو جسے خدا نے دنیا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے نمایاں کیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے اور خدا پر ایمان لاتے ہو۔

لیکن ان آیتوں کی عملی تفسیر ہمیں صرف احادیث کی کتابوں میں ڈھونڈنی چاہئے جن کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مواقع احتساب کے ایک ایک جزیے کا پتہ لگ سکتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ہدایت وارشاد کے لیے جو آفتاب اور سیارے پیدا کیے تھے، وہ ہمیشہ ضیا گستر رہتے تھے۔

احتساب کی ترتیب اصلاح نفس سے شروع ہوکر بالترتیب محتسب کے قبیلے اور قوم تک منتہی ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض احتساب اسی ترتیب کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔

اصلاح نفس: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک جامع فضائل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام زلات کو معاف کردیا تھا، بایں ہمہ آپ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے۔ صحابہؓ نے اس ریاضت شاقہ کو دیکھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کردیا ہے، پھر آپ کیوں اس قدر مصروف عبادت رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

افلا اکون عبدا شکورا (بخاری مطبوعہ بولاق ص ۹۹ جز:۸ کتاب التہجد باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل)

کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ ہونے کی کوشش نہ کروں۔

چنانچہ جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے، جو قلب کو خدا کی طرف سے پھیر دے سکتے تھے یا نفس میں غرور وتکبر پیدا کرسکتے تھے تو آپ نہایت سختی کے ساتھ ان کا انکار فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا لیا تھا جس میں تصویریں بنی تھیں۔ آپ کی نظر پڑی تو فرمایا:

امیطی عنا قرامک ہذا فانہ لا تزال تصاویرہ تعرض فی صلاتی (بخاری جز ۱ ص ۷۰ (کتاب الصلوۃ باب من صلی فی ثوب مصلب)

ہمارے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹالو کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں سامنے آتی رہتی ہیں یعنی خلل انداز ہوتی رہتی ہیں۔

ایک صحابی نے بطور تحفہ کے آپ کو حریر کا ایک جبہ دیا، آپ نے اسے پہن کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد نہایت ناگواری سے اتار دیا اور فرمایا: لا ینبغی ہذا للمتقین (بخاری جز ۱ ص ۸۰ کتاب الصلوۃ باب من صلی فی فروج حریر) یہ پرہیزگاروں کے قابل نہیں۔

غرور وکبر کا سرچشمہ: غرور وکبر کا سرچشمہ مدح وستائش ہے۔ امرا وسلاطین کو اسی مرض نے دنیا کی تمام چیزوں سے بالاتر بنادیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خیرالبشر تھے لیکن اگر کوئی شخص آپ کو انبیائے سابقین پر ترجیح دیتا تھا تو آپ اسے منع فرماتے تھے۔ ایک صحابی اور ایک یہودی میں جھگڑا ہوگیا۔ صحابی نے غصے میں قسم کھائی اور کہا اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے۔ یہودی نے بھی قسم کھائی، اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام دنیا پر ترجیح دی ہے۔ صحابی نے اس پر غصے میں آکر یہودی کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے حکم دیا کہ ''مجھے موسیٰ پر ترجیح نہ دو'' (بخاری جز۸ ص:۱۰۸ کتاب الخصومات لاتخیرونی علی موسیٰ)

احتساب قبیلہ وخاندان: خیرات گھر ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے آگے حق پیش کرو اور عذاب الٰہی سے ڈراؤ (الشعراء: ۲۱۴) جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اپنے پورے قبیلے اور خاندان کو جمع کرکے پیغمبرانہ لہجے میں یہ حکم الٰہی سنایا:

یا معشر قریش! یا معشر بنی عبد مناف یا معشر بنی قصی یا معشر بنی عبد المطلب

اے فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی، تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ کیونکہ میں تمھیں قیامت کے دن کچھ بھی نفع ونقصان نہ پہنچا سکوں گا اے فاطمہؓ تجھے مجھ سے صرف قریبی تعلق ہے اور میں رشتے کی بیل کو صرف دنیا ہی میں سرسبز وشاداب رکھ سکوں گا۔ (ترمذی ص ۵۲۶ کتاب التفسیر)

یہ ایک عام احتساب تھا، لیکن مخصوص مواقع پر بھی آپ ازواجؓ مطہرات اور اہل وعیال کو نیکی کی ترغیب دیتے اور برائی سے روکتے رہتے تھے۔ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ ایک رات اٹھے اور فرمایا: سبحان اللہ! آسمان سے۔۔۔کی بارش ہورہی ہے اور برکات وفضائل کے خزانے کھل گئے ہیں۔ حجروں میں سونے والیوں ازواج مطہرات کو جگادو کیونکہ دنیا کی بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں برہنہ نظر آئیں گی۔ (بخاری جز ۲۵ ص: ۳۰)

صدقے سے اجتناب میں اہتمام: آپ نے تنزہ نفس اور استغنا کی وجہ سے فقر وفاقہ کے باوجود اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ حرام کردیا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی آپ کی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا: ''کخ کخ''، کیا تمھیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا؟ (بخاری جز ۲ ص ۸۲۱) آپ ایک مرتبہ شب کو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور فرمایا: تم لوگ اٹھ کر تہجد نہیں پڑھتے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: یارسول اللہ! ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے، اگر وہ جگائے گا تو جاگیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتھ ہاتھ مارا اور یہ آیت پڑھی:

كان الانسان اكثرشئى جدلا آدمی بڑا ہی جھگڑا لو واقع ہوا ہے۔(بخاری جزاول ص ۵۰)

احتساب قوم: اگرچہ وہ تمام جزئی مواقع، جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احتساب کا فرض ادا کیا ہے، احتساب قومی کے تحت میں داخل ہیں، لیکن آپ نے دوموقعوں پرنہایت بلیغ تشبیہ کے ساتھ اپنی اس خصوصیت کا اظہار قوم کے سامنے فرمایا: ایک موقع پرفرمایا:

میری اور میری شریعت کی مثال بعینہ اس شخص کی سی ہے، جس نے ایک قوم کے پاس آکر یہ وحشت انگیز خبر سنائی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر تمہاری طرف آتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں ایک ''نذیر عریاں'' ہوں۔(یعنی ننگا ڈرانے والا۔عرب میں ہراہم واقعے کی خبر ننگے ہوکر دیتے تھے) پس تمہیں ہوشیار ہوجانا چاہیے چنانچہ ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اوروہ رات ہی رات بچ کرنکل گیا۔ دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا: نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے دھاوا مارا اوراس گروہ کا استیصال کردیا۔

دوسرے موقعے پر فرمایا:''میری اور تمام لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ بھڑکائی۔ جب آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی تو پروانے اس پر ٹوٹ ٹوٹ کرگرنے لگے۔ اس نے پروانوں کو آگ میں جانے سے روکنا چاہا، لیکن وہ سب اس کے قابو میں نہ آسکے اور آگ میں گھس گئے۔''

''اسی طرح میں تم لوگوں کی کمر پکڑ کر کھینچتا ہوں تاکہ آگ میں داخل ہونے نہ پاؤ، لیکن لوگ اس میں گھسے جاتے ہیں۔''(بخاری جز:۸ ص ۱۰۱۔۱۰۲)

عقائد کی درستی: آنحضرتؐ کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تھا۔عقائد میں بدترین چیز شرک فی اللہ تھی اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عقائد ہیں، جو عام دسترس سے باہر ہیں۔ اگر عام لوگوں کو ان میں غوروفکر کرنے کا موقع دیا جائے تو مذہبی عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا ہوجائیں اور اسلامی عقائد کی سادگی فنا ہوجائے جو اسلام کا سب سے بڑا زیور ہے۔ اسی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت قرار دی تھی کہ وہ غیرضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ چنانچہ عہد نبوت میں جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ صحابہ کو زجروتوبیخ کی ہے۔

مسئلہ قضاوقدر: ایک مرتبہ صحابہ مسئلہ قضا وقدر کے متعلق مباحثہ کررہے تھے جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دوعظیم حریف مقابل فرقے پیدا کردیے۔(یعنی جبری اور قدری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا:

بهذا امرتم او لهذا خلقتم؟ تضربون القرآن بعضه بعض بهذا هلكت الامم قبلكم (سنن ابن ماجہ ص ۱۶۔ باب القدر)

کیا تم لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے یا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم لوگ قرآن کو گڈمڈ کررہے ہو، گزشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کردیا۔

چاندسورج کا گھن: اگرچہ اسلام نے عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد مٹادئے تھے، تاہم بعض باتیں رہ گئی تھیں اور کبھی کبھی ان کا ظہور ہوجاتا تھا۔ عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؓ نے انتقال کیا تو اتفاق سے اسی دن سورج میں گہن بھی لگ گیا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم کی موت کا اثر ہے۔ لیکن آپ نے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا اور فرمایا چاند اور سورج میں کسی کے مرنے اور جینے سے گہن نہیں لگتا۔''(حضرت علامہ اقبال نے ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ ارشاد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کی ایک بین شہادت ہے۔ لوگوں میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوا تھا کسی نے پیدا نہیں کیا تھا لیکن چونکہ غلط تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد برسرعام کردیا)

عبادات: عبادات چونکہ روز کی چیزیں تھیں جن میں سہو وغفلت اور بے عنوانی کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تھی۔(بخاری جز ۲ ص ۴۳) اسلام نے ادائے نماز کے لئے جماعت کو واجب کردیا تھا، لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈھونڈا تو نہ پایا، نہایت برہم ہوئے اور فرمایا:

''جی میں آتا ہے کہ ایک شخص کو امام بنا کر خود ان لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر ان کے گھر آگ میں پھونک دوں۔''(صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ا ص ۳۴۳)

نماز میں تخفیف کی تاکید: بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے، جس سے کاروباری اور ضعیف لوگ گھبراجاتے تھے۔ ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی۔ آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آگیا اور فرمایا:

''تم مذہب سے لوگوں کو متنفر کررہے ہو۔ امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہئے کیونکہ ان میں مریض، ضعیف، کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔''(بخاری جز۔ا ص ۲۶)

خشوع فی الصلوۃ: نماز کا اصلی مقصد خشوع وخضوع ہے لیکن جب کسی کے طرز عمل سے ان کا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے تنبیہ فرماتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا نماز کو دہراؤ۔ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ اس نے تین بار نماز دہرائی اور آپ نے تینوں بار ٹوکا، آخر میں اس نے کہا اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ

نے تکبیر، قرأت، رکوع، سجود، قیام اور قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان، سکون، وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔ (بخاری جز۔ا ص ۱۳۸)

جزئیات پر نظر: عبادات اور مقدمات عبادات کے متعلق آپ نہایت معمولی اور جزئی باتوں پر بھی گرفت فرماتے تھے۔ ایک بار سفر میں تھے۔ نماز عصر کا وقت آگیا، صحابہ نے پاؤں کا مسح کیا۔ آپ نے دیکھا تو دور سے بہ زور آواز دی۔

ویل للاعقاب من النار (بخاری جز:ا، ص ۲۷)

ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

ابتدائے اسلام میں نماز کے قیام و ادا کی حالت بالکل ابتدائی تھی اور تمام جزئیات وفروع ابھی واضح نہیں ہوئے تھے اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذہب کی ہر تعلیم میں ہوتا ہے۔ موجودہ حالت ایک مدت کے تغیرات کے بعد پیدا ہوئی تھی چنانچہ ابتدا میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تھوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے مسجد میں تھوک کا دھبا دیکھا، خود اٹھے اور دست مبارک سے اسے مٹا دیا۔ پھر فرمایا نماز میں ہر شخص خدا سے سرگوشی کرتا ہے اس لئے کسی شخص کو قبلہ کی طرف تھوکنا نہیں چاہئے البتہ دائیں بائیں یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ (بخاری جز:ا، ص ۸۶)

یہاں یہ واضح رہے کہ اس وقت مسجد کا فرش پختہ نہ تھا، صحن مسجد اور عام سطح زمین میں سوا حدود عمارت کے اور کوئی امتیاز قائم نہ تھا۔ ریتیلی زمین تھی اور وہ ہر طرح کی رطوبت جذب کر لیتی تھی لیکن اب مسجدوں کا داخلی حصہ (ہی زمین صحن کا فرش بھی) پختہ ہوتا ہے، پس وہاں تھوکنا مسجد کی صفائی اور نمازیوں کے حقوق نشست پر حملہ کرنا ہے۔

بدعت: نظام مذہبی کا سب سے زیادہ خطرناک مرض بدعت ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان اس مرض میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے تاہم جاہلیت کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی نظر آجاتی تھی، اس لئے آپ ہمیشہ ان کے مٹانے میں مصروف رہتے تھے۔

پیدل چلنے کا حلف: بدعت کی مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں لیکن اس کی بدترین شکل رہبانیت اور جوگی ہے، جو یہود و نصاریٰ کے مذہب کا جزء بن گئی ہے۔ **وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوهَا** (اور رہبانیت انھوں نے خود نکالی۔ الحدید: ۲۷) چونکہ عرب پر یہود ونصاری کا مذہبی اثر غالب تھا اس لئے وہاں بھی اس قسم کی بدعات پیدا ہوگئی تھیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے جا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ ضعف کی وجہ سے بیٹوں کے سہارے چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے؟ خدا اس سے بے نیاز ہے۔''

ننگے پاؤں چلنے کی منت: عقبہ بن عامر کی بہن نے خانہ کعبہ تک ننگے پاؤں پیدل چلنے کی منت مانی اور عقبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ پوچھ آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سواری پر بھی جا سکتی ہے۔ (صحیح مسلم، جلد ۲، ص ۱۷۰۲)

کھڑے رہنا اور بات نہ کرنا: ایک مرتبہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور لوگ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سن رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا اس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا، سائے میں نہ بیٹھے گا۔ کسی سے بات چیت نہ کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے بیٹھنا چاہئے۔ سایے میں آنا چاہیے، گفتگو کرنی چاہئے اور روزے کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ (بخاری: جز۔۸ ص ۱۳۳)

ناک میں نکیل: اسی طرح آپ کو ایک شخص نظر آیا جسے ایک آدمی ناک میں نکیل ڈال کر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا۔ آپ نے اس کی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔ (بخاری جز ۸ ص ۱۴۳)

تشدد آمیز مذہبی انہماک: لیکن ان بدعات سے زیادہ ان اصول کا مٹانا ضروری تھا جن کی بنا پر بدعات پیدا ہوتی ہیں۔ بدعات کا سب سے بڑا سرچشمہ، تشدد آمیز مذہبی انہماک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عبادات کو نہایت سہل و آسان طریقے پر قائم کیا ہے۔ اس لحاظ سے اگرچہ خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کی عمارت قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ تاہم ابتدا میں صحابہ کا ایک پرجوش مخلص گروہ نہایت شدت کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن چھوڑ کے روزہ رکھنا شروع کیا تو اکثر صحابہؓ نے بھی اس کی تقلید کی لیکن آپ کو نظر آیا کہ یہی چیز بدعت کا پیش خیمہ بھی ہے آپؐ نے صحابہؓ کو سختی سے منع فرمایا اس پر بھی لوگ باز نہ آئے تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کر دیا کہ لوگ خود گھبرا کر باز آجائیں (بخاری جز ۸ ص ۱۷۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کثرت صوم وصلوۃ سے اسی بنا پر روک دیا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو بھی شدت زہد سے منع فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تائید کی تھی۔ (بخاری جز:۸ ص ۳۲)

رسم ورواج کا انسداد: رسم ورواج کو جب استحکام ہو جاتا ہے تو بدعات کی طرح ان کا چھوڑنا بھی نہایت شاق گزرتا ہے حالانکہ اکثر حالتوں میں وہ بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نہیں ہوتیں اور بڑی قیامت یہ ہے کہ بعض اوقات مذہبی حیثیت پیدا کر لیتی ہیں۔ عرب میں بہت سی مضر رسمیں جاری ہوگئی تھیں، جن کی پابندی نہایت ضروری خیال کی جاتی تھی، اس لئے بدعات کے ساتھ ساتھ ان کا بھی انسداد کیا گیا۔

(رسول رحمت: ۶۹۹۔۷۰۶)

مشاہدۂ عمارت وذکر معمار

جہد مسلسل کی آئینہ دار شخصیت

خورشید سے بھی تابندہ تر ہے تیری امارت

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ایک ایسی تحریکی، انقلابی، فکری اور عبقری شخصیت کا نام ہے جن کی زندگی قابل رشک و ستائش، لائق تقلید وعمل اور سراپا تحسین وآفریں ہے۔آپ کا عزم واستقلال، جرأت و بے باکی، حق گوئی وجواں مردی اور جماعت و جمعیت اور قوم وملت کے لیے جذبہ فنائیت نئی نسل کے لیے رہنما خطوط اور مشعل راہ ہیں۔آپ نے مرکزی جمعیت کی مضبوطی، پائیداری اور ارتقا کے لیے متعدد اقدامات کیے۔مختلف پالیسیاں بنائیں اور اپنائیں، نئی راہ نما خطوط متعین کیے۔جمعیت کے جملہ شعبہ جات کو متحرک وفعال بنانے کے لیے نگرانی فرمائی، نئے نئے شعبہ جات کا اضافہ کیا، تقسیم کار کا نظام بنایا۔صوبوں اور اضلاع میں بڑے پیمانے پر دعوتی وتربیتی اور تنظیمی پروگرام منعقد کیے، جہاں آج بھی اپنی طبعی ضعف ونقاہت ودیگر عوارض کے باوجود بنفس نفیس تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے صدارتی خطابات سے رونق اجلاس اور زینت بزم دعوت وارشاد میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔آپ کی فکری، علمی، تنظیمی، دعوتی، تعمیراتی، رفاہی، قومی، ملی، جماعتی اور انسانی خدمات کی داستان طویل ہے۔ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ہندی وانگریزی رسائل وجرائد کے ساتھ ساتھ اردو پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کو معیاری بنانے پر آپ نے خصوصی توجہ عنایت فرمائی۔ہر اعتبار سے ان کو عمدگی بخشا، مقالات ومضامین کے انتخابات، تصحیح اور اداریے لکھنا، سفر وحضر میں آپ کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔جب بھی ملت اسلامیہ پر کسی مصیبت کی آہٹ ملتی ہے تو مضطرب ہوجاتے ہیں اور اس کے مناسب حل کے لیے ارباب سیاست، ملی تنظیموں کے سربراہوں، وکلاء ودانشور حضرات سے گفت وشنید کی سلسلہ جنبانی شروع کر دیتے ہیں اور صرف جمعیت و جماعت ہی نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔

رہا سوال اہل حدیث منزل کی فلک بوس عمارت کی تعمیر کا تو یہ اہل حدیثان ہند کے برسوں کا خواب تھا، جسے آپ نے ساکار کر دیا ہے۔افراد جماعت جب دہلی میں واقع دیگر تنظیموں کا ہیڈ آفس دیکھتے تھے تو انہیں اپنی یتیمی اور اپنی بے بضاعتی و بے سروسامانی کا شدید احساس ہوتا تھا۔اور ان کے دلوں میں یہ ارمان مچلنے اور یہ آرزوئیں اٹھکھیلیاں لینے لگتیں کہ کاش ہمارا صدر دفتر اور مرکز ریئسی بھی ایسا ہوتا۔حقیقت یہ ہے کہ اگر امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی اور بعد ازاں امیر محترم کی حیثیت سے اپنی ہمہ جہت دینی، دعوتی، علمی، فکری، تنظیمی، تعمیراتی، رفاہی، قومی وملی اور انسانی خدمات اور حصولیابیوں کے علی الرغم جمعیت و جماعت کو کچھ بھی نہ دیتے صرف یہ سہ منزلہ مستحکم و دیدہ زیب عمارت ہی حجلہ عروسی کی شکل میں عنایت فرمادیتے تو یہ آپ کا بڑا احسان ہوتا اور جماعت آپ کی بہت زیادہ ممنون ومشکور ہوتی۔گرچہ بعضے احباب باہم متصادم ومتخاصم ملی تنظیموں، اداروں اور جماعتوں کو رام لیلا میدان و دیگر اسٹیجوں پر اکٹھا کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ باہم بیٹھا دینے کو آپ کا امتیاز قرار دیتے ہیں اور کچھ حضرات کا اس بات پر بھی اصرار ہے کہ اصل یاد رکھنے کے لائق آپ کا کارنامہ اسلام اور مسلمانوں خصوصا جماعت وجمعیت پر تشدد وتعصب اور دہشت گردی کے الزامات واتہامات اور غلط فہمیوں کو متعدد ذرائع سے موثر طور پر دور کرنا، خسروانان مملکت وسلطنت کو اسلام کے پیغام امن وسلامتی سے حکمت ومتانت کے ساتھ بہرہ ور کرانا اور معاندین و حاسدین کو بڑی دانشمندی اور موثر طریقہ سے مفحم ومسکت اور لاجواب کردینا ہے وغیرہ وغیرہ۔بلاشبہ آپ کا یہ عظیم کارنامہ جماعت کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا، اور رب ذوالجلال اس عمل جلیل وعظیم پر آپ کی نیکیوں کا پلڑہ وزنی وثقیل بنادے گا اور اس جنت کا مہمان بھی جس کی وسعت آسمان وزمین کو محیط ہے۔

بلاشبہ ہمارے ممدوح اس شعر کے مصداق ہیں۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

کتبہ

محمد خورشید عالم مدنی

نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار

وبانی نائب رئیس جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار (سابقا)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

مرکز جماعت وجمعیت: مشاہدات اور تاثرات

زیر نظر تحریر ایک مخلص، محنتی اور دردمند دل کی آواز، اس کے قلبی تاثرات، دلی واردات اور ذاتی مشاہدات ہیں جو ان کے نوک قلم پر آگئے ہیں اور ان کے اصرار اور تلقین پر قارئین جریدہ ترجمان کے حوالے کیے جا رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کے اپنے مشاہدات اور تجربات ہو سکتے ہیں لیکن واقع میں اس طرح کے کارنامے خصوصا ملی، جماعتی اور تنظیمی بنیادوں پر کسی ایک فرد کے کارنامے نہیں ہوتے بلکہ وہ اجتماعی محنت، لگن اور پلاننگ کے نتیجے میں انجام پاتے ہیں اور اس طرح کے کام باہمی تعاون سے ہی منصہ شہود پر آتے ہیں حتی کہ لوگوں کے نجی مکانات وتعمیرات اور شخصی امور واہم تقریبات بھی اپنوں اور غیروں کے تعاون اور مدد کے بغیر انجام نہیں پاتے۔ دراصل اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مرکز اہل حدیث منزل میں عظیم الشان سہ منزلہ عمارت کی تعمیر وتکمیل اور چوتھی منزل کی ایک حد تک تعمیر کا کام دیگر تعمیرات کی طرح اللہ جل شانہ کی توفیق اور مدد کے بعد تمام ذمہ داران جمعیت اہل حدیث واراکین وجملہ علماء کرام وخطباء وائمہ عظام ومحسنین حضرات وخواتین، سفراء مدارس اور مہمانان جمعیت وجماعت اور مدارس وجامعات کے متعلقین ومدرسین کی دعاؤں اور فکرمندیوں کی برکت سے ہی انجام دیا گیا جس پر احباب جماعت وجمعیت وملک وملت اور پاس پڑوس کے ہمدردوں اور ہمنواؤں کے ہم ہر طرح سے شکر گزار ودعاگو ہیں اور صدقہ جاریہ ہونے میں اپنے تمام قدیم وجدید اور سابق ولاحق ذمہ داران واعیان اور احباب کے لیے قیمتی ہیں اور اپنی طرف سے اور جمعیت کی طرف سے ان کے حق میں دعا کرتے ہیں اور مقبول بجناب باری تعالیٰ ہونے کی بصد آہ وزاری اور انکساری والتجا کرتے ہیں۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم۔ (م۔مسئول)

گذشتہ 60-65 سالوں سے بحیثیت رکن شوری وعاملہ اور حالیہ 10 سالوں میں بحیثیت ناظم مالیات اکثر وبیشتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے روزانہ کے آمد وخرچ کے حسابات دیکھنے کے لئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند میں آنا جانا رہتا تھا۔ بعد میں اہل حدیث منزل اور اہل حدیث کمپلیکس کی جگہیں بزرگوں، ذمہ داروں اور مخلصین ومحسنین کی کوششوں سے مرکزی جمعیت کے لیے حاصل ہوجانے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ جزاہم اللہ خیرا۔ اہل حدیث منزل جو کہ ایک قدیم ترین اور بوسیدہ عمارت کی شکل میں اپنی خرید کے اولین دن سے مرکزی جمعیت کے مرکزی آفس کی حیثیت سے دلی میں ہماری آخری منزل ہوتی رہی اور مرکزی دفتر ہونے کے ناطے میرا اس میں قیام بھی رہتا تھا خصوصا دس سالوں سے ناظم مالیات کے منتخب ہونے کے بعد سے اکثر اس کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اس کی خستہ حالی روز اول سے سوہان روح بنی رہی اور اس کے اکثر حصوں کی خستہ حالی سے وحشت ودہشت اس میں قیام کے وقت سے ہی طاری رہتی۔ لگتا ایسا تھا کہ برسوں سے مرمت اور رنگ وروغن نہ ہونے کے سبب عمارت شکستہ اور خستہ ہوتی رہی ممکن ہے بلڈنگ خریدنے کے بعد اس کی مرمت اور بیرونی صفائی پر توجہ ہی نہ دی گئی ہو۔ عمارت میں داخلہ کا دروازہ اپنی بوسیدگی کا اظہار کرتا نظر آرہا تھا۔ مین گیٹ سے داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک نہایت شکستہ کمرہ غالبا 8/10 مربع اسکوائر فٹ کا کمرہ اپنی بے بسی کا شکار تھا جو میرے لئے اور کچھ خاص مہمانوں کے لئے مخصوص تھا جس کا پلاسٹر اکھڑ گیا تھا اور بارش میں جا بجا پانی بھی ٹپکتا تھا۔ اسی سے ملحق 15/8 کا پلاسٹر سے محروم ایک کمرہ تھا جو کتابوں کا اسٹاک روم تھا۔ یہ کمرہ بھی اپنی خستہ حالی کا رونا روتا نظر آتا تھا جہاں چوہوں نے اپنا بسیرا کر رکھا تھا جو کتابوں کو کتر کر کتابوں کا حلیہ بگاڑ دیتے تھے۔ اسی کے مقابل استقبالیہ دفتر تھا جہاں ملک وبیرون ملک سے مہمان تشریف لاتے تھے جہاں ڈھنگ کا دفتر تھا نہ آرام دہ کرسیاں تھیں اور نہ ہی ریکارڈ رکھنے کے لئے کوئی اچھی الماری تھی، اس سے مغرب کی جانب سٹا ہوا ایک کمرہ تھا جو بک ڈپو کے طور پر استعمال میں تھا اور ایک مچان تھی جہاں فروخت کی جانے والی کتابیں جمع تھیں۔ اس کے آگے ہم جب بڑھیں تو دو طہارت خانے تھے جو نہایت غلیظ اور بہت چھوٹے تھے جسے بہت مجبوری میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی کے دائیں جانب چند ٹوٹیوں پر مشتمل وضو خانہ تھا۔ اس سے لگا ہوا ایک نہایت ہی بوسیدہ کمرہ تھا جہاں کسی دور میں کتابت ہوتی تھی اور کاتب کی رہائش گاہ وہی تھی۔ اسی سے لگا ایک 6/6 کا کمرہ تھا جہاں اکاؤنٹنٹ بیٹھ کر حساب کتاب کرتے تھے۔ اسی کے بازو میں 7/9 کا ایک کمرہ مرکزی جمعیت کے ناظم عمومی کا تھا جہاں بیک وقت چند افراد ہی بیٹھ سکتے تھے۔ اسی سے سٹا ہوا کمپیوٹر روم اور چاروں رسائل کا ایڈیٹنگ روم تھا۔ مغرب کی جانب ایک چھوٹی سی مسجد نما جگہ تھی جہاں پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی تھی۔ ایک کونے میں ناظم عمومی کا کمرہ تھا جہاں 8-10 کرسیاں پڑی رہتی تھیں جو امیر وناظم عمومی کا مشترکہ دفتر تھا۔ بحیثیت ناظم عمومی فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی وہیں تشریف رکھ کر دفتری امور انجام دیتے تھے اور سارے ہندوستان کے اہل حدیثوں کو وہیں سے ڈائریکشن اور مشورہ دیا جاتا تھا۔ ہند وبیرون ہند کی اہم اور مشہور شخصیات اور ذمہ داران اسی دفتر میں تشریف لاتے تھے، جس کی نہ صرف دیواریں بلکہ فرش وچھت بھی اپنی شکستگی کا شکار تھیں۔ اس بوسیدہ کمرہ مگر امیر محترم کی جواں ہمتی سے ہی سات عظیم الشان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں کے انعقاد کا خاکہ بنا جس میں بارہا ائمہ حرمین تشریف لائے۔ آل انڈیا سیمیناروں، سمپوزیموں، ملتقیات، اجتماعات اور جلسوں کے پروگرام طے ہوئے۔ اسی مقام سے وزرائے اعلیٰ، حکام بالا،

یونین ہوم منسٹر و دیگر دینی وملی تنظیمات اور سیاسی رہنماؤں سے رابطہ قائم کیا جاتا رہا، صوبہ جات کے دعوتی وتنظیمی دورے ترتیب دیے جاتے، آل انڈیا ریفریشر کورسز برائے ائمہ و دعاۃ و معلمین اور آل اندیا مسابقات حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے پروگرام مرتب ہوتے، پندرہ روزہ جریدہ ترجمان اردو، ماہنامہ اصلاح سماج ہندی، ماہنامہ الاستقامہ عربی اور ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ انگریزی کی ادارت وکتابت ہوتی، تفسیر احسن البیان اردو، ثنائی ترجمہ ہندی، نوبل قرآن انگریزی، شرح بخاری شریف و سنن دارمی، ڈائریکٹری مدارس اہل حدیث، تاریخ اہلحدیث، تحریک ختم نبوت، تراجم اہل حدیث، مدارس اہلحدیث دہلی، دبستان نذیریہ، مجموعہ ہائے مقالات کانفرنس، رسائل وجرائد کے خصوصی نمبرات، دہشت گردی کے خلاف اردو، ہندی اور انگریزی کے نوبنوع ایڈیشنس، فتاویٰ شیخ الحدیث، نصاب تعلیم برائے پرائمری درجات وغیرہ نایاب دینی، دعوتی، منہجی اور نصابی کتابوں کی طباعت اور تیاری کے مرحلے طے کیے جاتے، اہلحدیث کمپلیکس اور اس میں وسیع وعریض جامع مسجد، المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے طلبہ کے لیے دومنزلہ عمارت، سید نذیر حسین محدث لائبریری، دار الافتاء اور اسٹوڈنس گائڈنس سینٹر کے تعمیراتی و اداراتی امور وغیرہ جو اس وقت کروڑوں کی مالیت ہے۔ غرض کہ تمام کام اسی ٹوٹے پھوٹے کمرے میں لیکن جواں ہمتی سے انجام دیے جاتے تھے۔ اسی کے قریب ایک ٹوٹی پھوٹی سیڑھی سے اوپری منزل پر جاتے جہاں عارضی کمروں میں اسٹاف کے لیے رہائش اور مہمانوں کے قیام کا انتظام تھا۔ تمام کمروں کی حالت بھی بد سے بدتر تھی۔ غرض کہ امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی صاحب حفظہ اللہ کو یہ خدشہ لاحق ہوگیا تھا کہ ہلکی سی بھی ریختر کا زلزلہ آیا تو یہ عمارت مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہوجائے گی یا اگلی دو تین بارش برداشت نہ کرتے ہوئے زمین دوز ہوجائے گی۔ کارکنان کو بھی اپنی جان کا الگ خطرہ لگا رہتا جس کا وہ برملا اظہار کرتے۔ امیر محترم حفظہ اللہ نے کئی بار اسکی ٹپکتی ہوئی چھت کو درست کرانے کی کوشش کی اور جزوی مرمت بھی کرائی گئی لیکن عمارت اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کے مصداق بنتی گئی اور اپنوں کے لیے سوہان روح، فکرمندی و دردمندی کے اظہار کا ذریعہ بنتی رہی اور غیروں کی شماتت اور عار دلانے، ہنسنے اور استہزاء وٹھٹھول کا موقع فراہم کرتی رہی اور زرو ذرائع کی قلت اور دیگر عوارض وعوائق کی کثرت نے اس کی درستگی وتعمیر نو کو اور زیادہ مشکل اور پیچیدہ بنا دیا تھا تاہم امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب صبح وشام اسی فکر میں غلطاں وپیچاں رہتے کہ اس بوسیدہ عمارت کو کس طرح از سر نو تعمیر کیا جائے، بینک میں بلڈنگ فنڈ کے نام پر کوئی رقم ڈپازٹ کیا ہوتی دیگر شعبہ جات اپنی فعالیت کے باوجود مالی بدحالی کا شکار تھے لیکن امیر محترم نے کمر ہمت کس لی کہ حالات چاہے کتنے بھی ناگفتہ بہ ہوں اب اس 160 سالہ پرانی عمارت کو منہدم کرکے از سرِ نو تعمیر ہی کرنی چاہیے ۔لہذا امیر محترم نے انجینئروں سے صلاح ومشورہ کرنا شروع کر دیا اور جزوی طور پر اس کی خستہ حالی اور روبہ زوال، پھٹی ہوئی دیوار اور گرتی ہوئی چھت والے حصے کی تعمیر کا کام محض اللہ بھروسے شروع کر دیا۔ حالانکہ اس وقت بہت سے امور کی انجام دہی کا فریضہ بھی ادا کرنا تھا اور سر پر چونتیسویں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی بھاری بھرکم ذمہ داری اور اخراجات بھی سوار تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ عمارت چونکہ جامع مسجد کے عین مقابل گیٹ نمبر 1 اردو بازار روڈ سے اندر کی جانب ایک تنگ گلی میں واقع ہونے کی وجہ سے جہاں ہمہ وقت لوگوں کی آمدورفت جاری رہتی ہے، لہذا ملبہ کو ہٹانا بھی ایک بڑا مسئلہ اور مٹیریل لانا بھی ایک بڑا مسئلہ، لہذا شب کے آخری پہر میں یہ کام انجام دینے کے لئے وقت مختص تھا۔ عمارت تین طرفہ مکانوں سے گھری ہوئی تھی اور دیگر اڑچنیں بھی تعمیر نو میں حائل تھیں جن کے سبب آپ کو بہت سی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے اطراف کے دسیوں مکینوں کو مطمئن کیا، اپنی حکمت عملی سے پیچیدگیوں کی گرہ کھولتے رہے اور ایک پختہ عزم لے کر اللہ کے نام سے عمارت کے حصوں کو ڈھاتے رہے اور تعمیر کا کام آہستہ آہستہ شروع کیا جس کے بعد ماشاءاللہ ہندوستان کے بیشتر شہروں اور گاؤں سے امداد کا سلسلہ جاری ہوا۔ مرکزی، صوبائی اور شہری جمعیات کے عہدیداران و اراکین نے حسب توفیق تعاون دیا، پورے ہندوستان سے غیور اہل حدیث افراد نے جہاں تعاون دے کر امیر صاحب کا ہاتھ بٹایا وہیں کچھ لوگوں نے حسد اور اپنی دیرینہ عادت اور ناسمجھی کی وجہ سے رکاوٹیں کھڑی کیں اور بدگمانیوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ لیکن اس کے لیے امیر محترم اور متعلقین کو نہ معلوم کن کن حالات سے گزرنا پڑا۔ اور اس طرح دیکھتے دیکھتے الحمد للہ ثم الحمد للہ عظیم الشان تین منزلہ عمارت ایک ایسے علاقے میں ایستادہ ہوگئی جو سلفیان ہند کی دیرینہ آرزوئیں ہوئیں اور دلوں کو سرور اور نظر کو نور فراہم ہوا اور اس عظیم الشان کام کو دیکھ کر اور سن کر پھولے نہ سمائے وہیں ان کے دل سے دعائیں بھی نکلیں اور تحسین وآفریں کے جملے کہے اور لکھے اور اللہ جل شانہ کے شکر گزار ہوئے۔ یقیناً یہ اللہ جل شانہ کے فضل وکرم، عنایت واحسان اور توفیق سے تکمیل کو پہنچا۔ یہ عمارت مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی شان، بان، آبرو ووقار کا جیتا جاگتا نمونہ ہے اور یہ جمعیت کی تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔ آپ نے اپنی فہم وفراست اور حوصلے وہمت سے وہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ صدیوں تک جمعیت اہلحدیث آپ کو یاد رکھے گی۔

اہلِ حدیث منزل کے بعد اب ایک سرسری نگاہ اوکھلا کے اہل حدیث کامپلیکس پر ڈالتے ہیں جو کہ ماشاء اللہ ایک وسیع اراضی پر محیط ہے- یہ امیر محترم کی دوربین نگاہ تھی کہ انھوں نے اس اجاڑ اور کھنڈر جگہ کو خوشنما دینی وعلمی اور دعوتی گلشن میں تبدیل کر دیا- چوطرفہ باونڈری سے گھری یہ جگہ بھی مرکزی جمعیت کے اعلی وقار کی آئینہ دار اور اس کی گوناگوں دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، علمی، رفاہی اور انسانی خدمات اور سرگرمیوں کا مرکز ومحور ہے- اہلِ حدیث کامپلیکس میں تعمیراتی کام جاری ہے جس میں وسیع وعریض آڈیٹوریم کے علاوہ کئی شعبوں کے دفاتر اور مہمان خانوں کے لیے بھی جگہ مختص ہے-

اسی احاطے میں مغرب کی جانب ایک وسیع وعریض نہایت ہی خوبصورت تین منزلہ جامع مسجد ہے- صاف ستھرے اور پر تکلف مہمان خانے کے علاوہ جمعیت کے ذمے داران اور جماعت کے دیگر مہمانوں کے لیے بھی متعدد مہمان خانے ہیں- جمعیت کے اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارے المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے طلباء کی رہائش کا بھی معقول انتظام ہے- مہمانوں اور اسٹاف کے لیے آراستہ ڈائننگ ہال اور مطبخ ہے- مختلف دفاتر، لائبریری اور آراستہ میٹنگ ہال بھی مرکزی جمعیت کے وقار میں اضافے کا سبب ہے- کھلی جگہ سرسبز وشاداب ہے اور جمعیت کی موجودہ قیادت خصوصا امیر محترم کی کاوشوں کا ثمرہ ہے- امیر محترم نے، اپنے عزائم کو اہلِ حدیث منزل اور اوکھلا کے اہل حدیث کامپلیکس تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ صوبہ بہار کے ضلع کٹیہار میں کئی ایکڑ سرسبز وشاداب زمین بھی امیر محترم نے خریدی ہے جو اس وقت مرکز کا کروڑوں کا اثاثہ اور قدرے مستقل آمدنی کا ذریعہ ہے- کامپلیکس سے قریب ٹھوکر نمبر 4 میں دومنزلہ عمارت بھی آپکی کوششوں سے حاصل کی گئی ہے جو آمدنی کا ایک موثر ذریعہ ہے- آپ زمینی سطح کے خادم جماعت ہیں اور ہمہ وقت قرب وجوار اور دور دراز کا سفر کرکے جماعتی افراد سے رابطے میں رہتے ہیں- کشمیر سے کنیا کماری اور بنگال کی کھاڑی سے ممبئی کی کھاڑی تک جہاں بھی آفات سماویہ وفسادات سے عوام دوچار ہوتے ہیں وہاں فوری طور پر آپ بذات خود ریلیف لیکر پہنچ جاتے ہیں- گذشتہ دنوں جب سیلاب سے کشمیر دہل اٹھا تھا اس وقت بھی سب سے پہلی ریلیف آپ نے ہی پہنچائی تھی اور مقام شکر ہے کہ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا- چند سال قبل جب آسام میں لاکھوں لوگ خانماں برباد ہوئے تھے اس وقت بھی نہایت مخدوش علاقوں میں آپ نے ریلیف پہنچائی تھی- اتنے دگرگوں حالات میں جنگلات میں رہائش پذیر لوگوں تک ریلیف لے کر پہنچے تھے اور رمضان المبارک کی سحر وافطار محض چنا اور بھنا سے ہی کرنے پر اکتفا کیا تھا اسی طرح بہار، گجرات، کیرالہ، حیدرآباد، مغربی بنگال وغیرہ میں سیلاب متاثرین اور دہلی کے فسادات متاثرین کے مابین ریلیف کی تقسیم بھی آپ کا گراں قدر کارنامہ ہے- جن میں شریک کار کی حیثیت سے رہنے کا مجھے بھی شرف حاصل رہا ہے- ملک کے اہم قومی اور ملی معاملات میں بھی ذمے دارانہ کردار ادا کرتے ہیں- بہرکیف ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ حالیہ دور میں مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ہند کو جو وقار اور عروج حاصل ہوا ہے وہ الحمدللہ آپ کی ہی رہین منت ہے- میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور صحت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے تاکہ اسی طرح مزید قوم، ملت وجمعیت وجماعت کے کام انجام دیتے رہیں اور آپ کا فیض عام جاری وساری رہے-

دعاگو ناچیز

وکیل پرویز

ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مؤرخہ 12 جنوری 2023 بروز جمعرات

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

توحید وسنت کے سچے علمبردار شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا عقیدہ

مولانا آصف تنویر تیمی

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ توحید کی نشر واشاعت اور شرک وبدعت کی تردید کی خاطر انہوں نے جو کوششیں کی ہیں ان سے پوری اسلامی اور غیر اسلامی دنیا بخوبی واقف ہے۔ آپ کی دعوتی جہود میں اللہ تعالی نے غیر معمولی برکت دی۔ آپ کی دعوت سے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے اور گمراہی کے راستے کو ترک کر کے کتاب وسنت کے راستے کو اختیار کیا۔ اور اس میں بھی دورائے نہیں کہ جس زمانے میں بھی اللہ والوں نے اصلاح وسدھار کی کوششیں کیں چندلوگوں نے ان کی مخالفت کیں۔ ان کی آواز کو دبانے کی مذموم حرکت دی۔ اپنے مفاد کی خاطر ایسے کتاب وسنت کے دیوانوں کے خلاف اول فول بکے۔ سازشیں کیں۔ امراء اور سلاطین سے مل کر ان کے خلاف وارنٹ جاری کرائے۔ ان کی شخصیت اور ان کی دعوت کو بدنام کرنے کے لئے اوچھے قسم کے ہتھکنڈے اپنائے گئے۔ ایسے ہی مظلوم مبلغین اور مصلحین میں سے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ بھی تھے۔ برصغیر کے بھی بہت سارے لوگ ان کی دعوت اور شخصیت کے تعلق سے دھوکے میں رہے ہیں۔ ان کے تعلق سے جانبدارانہ رویہ اختیار کرتے رہے۔ حقیقت بیانی کو ترک کر کے افواہ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے رہے۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ شیخ رحمہ اللہ کی دعوت اور ان کے عقیدے سے متعلق اپنے مسلمان بھائیوں کو کچھ مفید معلومات فراہم کرائی جائیں تاکہ ان کی غلط فہمی دور ہو اور مسلکی دائرہ سے بالاتر ہو کر ہر محب کتاب وسنت کی کاوشوں کو سراہنے کا جذبہ اور ہنر ان کے اندر پیدا ہو سکے۔

شیخ رحمہ اللہ کے عقیدے کا اندازہ آپ کے اس خط سے ہوتا ہے جو آپ نے شہر قصیم والوں کے جواب میں تحریر کیا تھا اس خط کے بعض اقتباسات کا اردو ترجمہ ذیل کے سطور میں نقل کیا جاتا ہے:

”میں اللہ تعالیٰ کو، اپنے پاس موجود فرشتوں کو اور آپ لوگوں کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو فرقہ ناجیہ یعنی اہل السنت والجماعت کا ہے۔ یعنی اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور بھلی بری تقدیر پر ایمان۔ ایمان باللہ میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنی جو صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر تحریف وتعطیل کے ایمان رکھا جائے۔ بلکہ میرا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی چیز کی نفی نہیں کرتا جس سے اس نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے، اور کلمات کو ان کی جگہوں سے محرف نہیں کرتا، نہ اللہ کے ناموں اور اس کی آیتوں میں الحاد سے کام لیتا ہوں، نہ ان کی کیفیت بیان کرتا ہوں، نہ اللہ کی صفتوں کو اس کی مخلوق کی صفتوں کے مثل مانتا ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ہم نام ہے، نہ ہمسر ہے، نہ کوئی اس کا مدمقابل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق پر قیاس نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو خوب جانتا ہے، وہ سچے قول والا اور اچھی بات والا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو ان چیزوں سے پاک وصاف قرار دیا ہے جن چیزوں سے کیفیت بیان کرنے والے اور تشبیہ دینے والے مخالفین نے اس کو متصف ٹھہرایا ہے، اور ان چیزوں سے بھی اپنے آپ کو پاک وصاف قرار دیا ہے جن کی نفی کرنے والے اہل تحریف اور اہل تعطیل نفی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس نے فرمایا: (ترجمہ: پاک ہے آپ کا رب جو بہت عزت والا ہے ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں، اور پیغمبروں پر سلام ہے اور سب طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے-سورہ صافات: ۱۸۱-۱۸۳)

فرقہ ناجیہ افعال باری تعالی کے باب میں قدریہ اور جبریہ کے بیچ اعتدال پر قائم ہے، وہ وعید الٰہی کے معاملے میں مرجئہ اور وعیدیہ کے درمیان اعتدال پر قائم ہے، اسی طریقے سے ایمان اور دین کے معاملے میں حروریہ ومعتزلہ اور مرجئہ وجہمیہ کے درمیان اعتدال پر ہے، صحابہ رسول کے معاملے میں بھی یہ فرقہ ناجیہ روافض وخوارج کے بیچ اعتدال پر قائم ہے۔

اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، اللہ ہی سے شروع ہوا ہے اور اسی کی طرف پلٹے گا، اللہ نے اس کے ساتھ حقیقتاً کلام کیا ہے اور اسے اپنے بندے اور رسول، وحی کے امین اور اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔

اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر نہیں ہوتی، کوئی چیز اس کی مشیت سے خارج نہیں۔ دنیا کی کوئی چیز اس کی تقدیر سے باہر نہیں، ہر چیز اس کی تدبیر ہی سے صادر ہوتی ہے، کسی کو مقررہ تقدیر سے مفر نہیں اور لوح محفوظ میں اس کے لیے جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے جس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے رکھی ہے اس پر میں کامل ایمان رکھتا ہوں، پس میں عذاب قبر اور نعمت قبر پر ایمان رکھتا ہوں اور روحوں کو جسموں کی طرف پلٹائے جانے پر ایمان رکھتا ہوں، اور یہ کہ لوگ رب العالمین کے لیے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون کھڑے ہوں گے، سورج ان کے قریب ہوگا اور میزان نصب کیے جائیں گے اور ان پر بندوں کے

اعمال تولے جائیں گے: (ترجمہ: تو جن کے میزان وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہوں گے اور جن کے میزان ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا، یہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے-سورہ مومنون: ۱۰۲-۱۰۳) اور نامہ اعمال پھیلائے جائیں گے تو کوئی اپنی کتاب کو داہنے ہاتھ سے لے گا اور کوئی اپنی کتاب کو بائیں ہاتھ سے لے گا۔

میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر بھی ایمان رکھتا ہوں جو قیامت کے میدان میں ہوگا، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کی تعداد جیسی ہوگی، جو اس سے ایک بار پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جہنم کے کنارے پل صراط نصب کیا جائے گا اور لوگ اپنے اعمال کے مطابق اس سے گذریں گے۔

اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بھی یقین رکھتا ہوں اور یہ کہ آپ پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور پہلے شخص ہوں گے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ علم کی شفاعت کا انکار اہل بدعت وضلال کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔ البتہ یہ شفاعت اللہ کی اجازت اور اس کی رضامندی کے بعد ہی ہوگی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ: وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اسی کی جس سے اللہ راضی ہو-سورہ انبیاء: ۸۲) مزید فرمایا: (ترجمہ: اس کے پاس بجز اس کی اجازت کے کون شفاعت کرسکتا ہے - سورہ بقرہ: ۵۵۲) (ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ان کو کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے-سورہ نجم: ۶۲) اور وہ بغیر توحید کے راضی نہیں ہوگا اور موحدین کے علاوہ کسی کے لیے اجازت نہیں دے گا۔ رہ گئے مشرکین تو ان کے لیے شفاعت میں کوئی حصہ نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (ترجمہ: ان کے لیے سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی-سورہ مدثر: ۸۴)

اور میں اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جنت وجہنم دونوں مخلوق ہیں اور آج بھی یہ دونوں موجود ہیں، یہ دونوں فنا نہ ہوں گی۔ اور یہ کہ اہل یمان اپنے رب کو اپنی نگاہوں سے قیامت کے روز دیکھیں گے جیسے چودہویں رات کا چاند دیکھتے ہیں وہ اس کو دیکھنے میں ایک دوسرے کے لیے رکاوٹ نہ بنیں گے، اور میں یہ ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں، اور کسی بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے اور آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے۔ اور امت محمدیہ میں سب سے افضل ابو بکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی مرتضیٰ، پھر جنت کے بشارت یافتہ دس صحابہ میں سے باقی ماندہ، پھر اہل بدر، پھر اہل شجرہ یعنی بیعت رضوان والے، پھر بقیہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو دوست رکھتا ہوں، ان کے محاسن کو ذکر کرتا ہوں، ان سے رضا کا اظہار کرتا ہوں، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، ان کی خامیوں پر گفتگو کرنے سے اپنے آپ کو روکتا ہوں، ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ان پر خاموشی اختیار کرتا ہوں اور اللہ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے ان کے فضل کا عقیدہ رکھتا ہوں: (ترجمہ: اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گذرے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کینہ نہ بنا، اے ہمارے رب! بے شک تو رؤوف ورحیم ہے-سورہ حشر: ۰۱)

اور میں امہات المومنین جو ہر برائی سے پاک ہیں ان کے لیے رضا کی دعا کرتا ہوں۔ اور میں اولیاء وصالحین کی کرامات اور ان کے مکاشفات کا اقرار کرتا ہوں، البتہ یہ لوگ اللہ کے حق میں سے کسی بھی چیز کے مستحق نہیں اور ان سے کوئی ایسی چیز طلب نہیں کی جاسکتی جس پر اللہ کے سوا کسی کو قدرت نہ ہو۔ اور میں کسی بھی مسلمان کے لیے جنت یا جہنم کی شہادت نہیں دیتا مگر جس کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہو۔ البتہ نیکوکار کے لیے اچھی امید رکھتا ہوں اور بدکار پر خوف کھاتا ہوں، اور کسی مسلمان کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں گردانتا اور نہ اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہوں۔ اور میرا کہنا ہے کہ اہل بدعت کو چھوڑ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں۔ اور میں ان کے ظاہر پر حکم لگاتا ہوں اور ان کا باطن اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ اور میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ دین میں جو نئی بات ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے۔ اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ایمان، زبان سے کہنے، اعضاء سے عمل کرنے اور دل سے یقین رکھنے کا نام ہے، وہ طاعت کے کاموں سے بڑھتا اور معصیت کے کاموں سے گھٹتا ہے، اس کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، سب سے اونچی شاخ لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے اور سب سے معمولی شاخ راستے سے تکلیف کی چیزوں کو ہٹا دینا ہے۔ اور میں یہ مانتا ہوں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ویسے ہی واجب ہے جیسے کہ شریعت محمدیہ مطہرہ نے واجب ٹھہرایا ہے۔

یہی مختصرا میرا عقیدہ ہے جسے میں نے کافی مشغولیت کی حالت میں تحریر کردیا ہے تاکہ آپ لوگ میرے موقف سے آگاہ ہوجائیں۔ اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں لوگوں نے باطل اقوال اور عقیدے کو ان کی طرف منسوب کرکے ان کو بدنام اور ان کی دعوت کو ناکام بنانے کی کوشش کی جس کی ایک مثال شیخ رحمہ اللہ کا ذیل میں نقل کیا جانے والا رسالہ ہے جس کو پڑھنے کے بعد یہ حقیقت طشت ازبام ہوجاتی ہے کہ بہت ساری جھوٹی باتیں ان کی زندگی اور ان کی موت کے بعد ان کے حاسدین نے ان کی طرف منسوب کیں جن کی کوئی سچائی نہیں ہے۔ لیکن بدقسمتی سے وہی باتیں عام ہوگئیں اور لوگ انہیں پر تکیہ کرکے شیخ رحمہ اللہ کی حقیقی دعوت کی لذت اور اس کی رعنائی سے محروم ہوگئے۔

شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: پھر آپ لوگوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ مجھے یہ خبر مل چکی

ہے کہ سلیمان بن سحیم کا خط آپ لوگوں کو ملا ہے اور آپ لوگوں سے وابستہ بعض مدعیان علم نے اس خط کو سچا مان لیا ہے حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ اس شخص نے ایسی باتیں گھڑ کر میری طرف منسوب کی ہیں جنہیں میں نے کہا ہی نہیں اور ان میں سے اکثر میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آئی ہیں۔

انہی باتوں میں سے ان کا یہ کہنا کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل سمجھتا ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کسی چیز پر قائم نہیں ہیں، میں اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہوں، میں تقلید سے خارج ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف ایک عذاب ہے، میں صالحین کا وسیلہ پکڑنے والے کو کافر گردانتا ہوں، میں "یا اکرم الخلق۔۔۔ الی آخرہ" کہنے پر بوصیری کی تکفیر کرتا ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میرے بس میں ہو تو قبہ رسول کو ڈھا دوں اور اگر میرے بس میں ہو تو خانہ کعبہ کا پرنالہ نکال کر لکڑی کا پرنالہ لگا دوں، میں قبر نبوی کی زیارت کو حرام ٹھہراتا ہوں، والدین وغیرہ کی قبر کی زیارت کو میں غلط سمجھتا ہوں، غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو کافر ٹھہراتا ہوں، ابن فارض اور ابن عربی کی تکفیر کرتا ہوں، دلائل الخیرات اور روض الریاحین نامی کتابوں کو نذر آتش کرتا ہوں، اور روض الریاحین کو روض الشیاطین کہتا ہوں۔ ان تمام باتوں پر میرا یہی جواب ہے کہ "سبحانک ھذا بہتان عظیم" اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

اس بہتان کو ان لوگوں نے مان لیا جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگایا تھا کہ آپ عیسیٰ بن مریم کو اور صالحین کو گالی دیتے ہیں، جھوٹ کا بہتان باندھنے اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ: جھوٹ کا بہتان وہ لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے -سورہ نحل:١٠٥) ان مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگایا کہ آپ کہتے ہیں کہ فرشتے، عیسیٰ اور عزیر جہنمی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ: بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے-سورہ انبیاء:١٠١)

رہ گئے کچھ دوسرے مسائل، مثلاً یہ کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک انسان لا الہ الا اللہ کا معنیٰ نہیں سمجھے گا اس کا اسلام کامل نہ ہوگا اور یہ کہ جو میرے پاس آتا ہے میں اسے اس کا معنی سمجھاتا ہوں۔ اور یہ کہ اگر کوئی نذر ماننے والا اپنی نذر کے ذریعے غیر اللہ کے تقرب کا ارادہ کرتا ہے اور اسی خاطر نذر مانتا ہے تو میں اس کو کافر ٹھہراتا ہوں، اور یہ کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا کفر ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہے، تو یہ مسائل درست ہیں اور میں ان کا قائل ہوں، اور میرے پاس ان مسائل پر کتاب وسنت اور ائمہ اربعہ جیسے علماء متبعین کے اقوال سے دلائل موجود ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھی سمجھیں اور غور کریں: (ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق کوئی خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے-سورہ حجرات،٦)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ١٩ کا)

يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ [النساء: ١٩] اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو۔ دوسری جگہ فرمایا: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىِٕكُمْ ۭ [النور: ٣٢] تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔ خود نبی کریم ﷺ نے بیوہ عورت سے نکاح کر کے اس ظالمانہ نظام کو باطل قرار دیا، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بیوہ عورت کی خبر گیری کرنے اور اس کی مدد کو باعث اجر وثواب بتایا، حدیث میں ہے: السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ [صحيح البخاري: كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ: ٦٠٠٦] بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق: عورت تمام اقوام ومذاہب میں بنیادی اور معمولی حقوق سے بھی محروم تھی اسلام نے ہر حیثیت سے عورت کو حق دیا، مثلاً: نکاح کا حق، مہر کا حق، نان ونفقہ کا حق، خلع کا حق، ملکیت اور تصرف کا حق، عزت و آبرو کا حق، میراث کا حق، حسن سلوک کا حق، تعلیم وتعلم کا حق وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ [البقرة: ٢٢٨] اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضلیت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

الغرض اسلام نے عورت کو ذلت و رسوائی کے گڑھے سے نکال کر عزت و سربلندی کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا، بعض روشن خیال لوگ آزادی نسواں اور حقوق نسواں کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور اپنے آپ کو عورتوں کا ہمدرد اور خیر خواہ بتاتے ہیں، یاد رکھیں کہ اسلام نے عورت کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داریاں عطا کی ہیں، خالق کو زیادہ معلوم کہ کون کیا بوجھ اٹھا سکتا ہے؟ لہٰذا خواتین اسلام ان کے پر فریب نعروں سے مرعوب ومتاثر نہ ہوں اور یہ نہ بھولیں کہ ۔

نہ جا ظاہر پرستی پر! اگر کچھ عقل و دانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

بلکہ دین اسلام کی قدر کریں اور ہر حال میں اسلام پر قائم رہیں۔ کیوں کہ عورتوں کے حقوق کا سچا علم بردار اور ان کی عزت وعصمت کا حقیقی محافظ دین اسلام ہے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام

دو روزہ عالمی سیمینار

بعنوان

شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ - حیات و آثار

(سیمینار کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا)

اس تاریخی موقع پر شیخ محمد عزیر شمسؒ کے معارف و آثار پر مشتمل وقیع یادگار مجلہ شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

الحمدللہ! ملک و بیرون ملک سے علماء و محققین کے گرانقدر مقالات موصول ہو رہے ہیں۔
مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال فرمائیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں: 9213172981, 7290902785
ozairshamsseminar@gmail.com

شعبۂ نشر و اشاعت

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل 4116 اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶ Ph: 011-23273407, 011-23216613
Website: www.ahlehadees.org, Email: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُرزور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پر زور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ و روغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292